# پبلیشرس

جاسوسی ادب کے پہلے اور آخری آدمی کا آخری ناول " آخری آدمی " پیش خدمت ہے۔ یہ ناول ابّو نے اپنی علالت کے دوران ہی مکمل کر لیا تھا مگر ان کی حسب خواہش، ملک میں بارشوں اور سیلابی کیفیتوں کے باعث اسے شائع نہ کیا جا سکا۔ کسی کو کیا معلوم تھا یہ عظیم سانحہ ہو جائے گا اور وہ اسے خود شائع نہ کرا سکیں گے۔ اور اس کی اشاعتی ذمّے داری میرے کمزور کاندھوں پہ آپڑے گی۔ اور اب میں کہاں تک اپنی کوششوں میں کامیاب ہوا ہوں یہ آپ کی رائے پر منحصر ہے۔

ابّو کے ہر ناول کے یہ صفحات جن پر آج آپ میری تحریر دیکھ رہے ہیں اپنی جگہ ادب کا ایک انمول نمونہ ہوتے تھے آج جب مجھے یہ ذمّے داری سونپی گئی کہ میں اپنے بے وقعت الفاظ سے ان صفحات کو سیاہ کر دوں تو میرے لئے ایک سطر بھی لکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ ابّو کا طریق کار یہ تھا کہ وہ نئی کتاب کا نام و پیشرس سب سے آخر میں اس وقت تحریر کرتے تھے جب آخری کاپی پریس میں ہوتی تھی۔ لیکن مرگ ناگہانی نے ان کو اس بات کی مہلت نہ دی۔

آخر میں ان تمام قارئین اور ملنے والوں کا اپنے اہل خاندان کی جانب سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس دلخراش سانحے پر تعزیتی خطوط لکھے یا بہ نفس نفیس آکر تعزیت کی۔

والسلام
ابرار صفی

وعدہ معاف گواہ کو بڑی احتیاط سے عدالت کی طرف لایا جا رہا تھا۔ کیپٹن فیاض کے محکمے کی بند گاڑی تھی۔ جس میں کئی مسلح افراد موجود تھے اور ان کے درمیان غفران نامی وعدہ معاف گواہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس سلسلے میں کیپٹن فیاض نے لاپرواہی نہیں برتی تھی بلکہ معاملہ فہمی کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن مقدرات پر تو کسی کا بھی بس نہیں ہے۔ قیدی عدالت کے صدر دروازے کے سامنے گاڑی سے اتر ہی رہا تھا کہ اچانک چاروں خانے چت سڑک پر آ گرا۔ اُس کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔

فائر بے آواز ہوا تھا لیکن سمت کا اندازہ بہرحال فوری طور پر لگا لیا گیا تھا۔ سامنے ایک کئی منزلہ عمارت تھی۔

جتنی دیر میں عمارت کی تلاشی لی جا سکتی۔ کام کرنے والا اپنا کام کر کے میلوں دور نکل گیا ہوگا۔

کیپٹن فیاض کو اس کی اطلاع ملی تو موقعۂ واردات پر خود دوڑا آیا اور سامنے والی عمارت کے اس خالی فلیٹ تک بھی پہنچ گیا جہاں سے وعدہ معاف گواہ پر فائر کیا گیا تھا۔ قاتل سائیلنسر لگی ہوئی رائفل وہیں چھوڑ گیا تھا۔

فلیٹ اس وقت خالی ضرور تھا لیکن وہاں کوئی رہتا بھی تھا۔ کیونکہ اعلیٰ درجے کا فرنیچر ہر کمرے میں موجود تھا اور ملبوسات کی الماری بھی تھی جس میں زنانہ مردانہ دونوں قسم کے لباس موجود تھے۔ لیکن بڑی عجیب بات تھی کہ پورے فلیٹ میں کہیں بھی کسی کی انگلیوں کے نشانات نہ مل سکے۔

اُس منزل کے دوسرے رہنے والوں میں سے بھی کوئی یہ نہ بتا سکا کہ اس فلیٹ کا مالک کون ہے۔ کیونکہ آج کے علاوہ اُنہوں نے اُس فلیٹ کو ہمیشہ مقفل ہی دیکھا تھا۔

”عمران کا کچھ سراغ ملا؟“ کیپٹن فیاض نے آہستہ سے انسپکٹر شاہد سے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ تین دن پہلے کی بات ہے۔ رات کو فلیٹ سے گئے تھے آج تک واپسی نہیں ہوئی۔“

”اُسے تلاش کرو۔ ورنہ یہ شخص دارا عدالتی کارروائی کے دوران میں ہمارے ہاتھوں سے پھسل جائے گا۔“

”میں انہیں تلاش کرنے کی بھی انتہائی کوشش کر رہا ہوں جناب!“

عدالتی کارروائی اُس دن ملتوی کر دی گئی۔ لیکن اس واقعہ کی بنا پر سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی تھی۔

انسپکٹر شاہد نے سارے کام چھوڑ کر صرف عمران کی تلاش شروع کر دی۔ لیکن کہاں۔ فلیٹ سے آگے کا اُسے علم نہیں تھا۔

دوسری طرف کیپٹن فیاض اپنے آفس میں پہنچا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے کتے کے بھونکنے کی آواز آئی۔ پھر پوچھا گیا۔ ”کون ہے؟“

”کیپٹن فیاض...!“

”اب کیا خیال ہے؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”بہت جلد تمہیں تمہارے بل سے نکال لیا جائے گا۔“ کیپٹن فیاض نے کہا۔

”تمیز سے گفتگو کرو!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔“

”اگر آپ اپنی پہچان کرا دیں تو آئندہ احتیاط برتی جائے گی۔“ فیاض نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”اس قصے کو یہیں ختم کر دو کیپٹن فیاض، ورنہ میں اپنی دھمکی کے مطابق سچ مچ اس شہر کو جہنم بنا دوں گا۔ اور ہاں سُنو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہیں عمران کی تلاش ہے۔“

”بہت باخبر معلوم ہوتے ہیں جناب عالی... میرا خیال ہے کہ میں اب تمیز سے گفتگو کر رہا ہوں۔“

وہ اُس کے طنز کو نظر انداز کر کے بولا۔ ”بندرگاہ کے علاقے والے جنک یارڈ کا دھماکا یاد ہے نا؟ عمران وہاں اُس عمارت میں میرا منتظر تھا کہ اچانک وہ عمارت دھماکے سے اُڑ گئی۔“

”نہیں!“ فیاض بوکھلا کر کرسی سے اُٹھ گیا۔ اور دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا ساتھ ہی کتا بھی بھونکنے لگا۔ اور پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

دونوں کی گفتگو ٹیپ ہوئی تھی۔ فیاض نے ٹیپ ریکارڈ سے اسپول نکالا اور رحمان صاحب کے آفس کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ سچ مچ خاصا بدحواس نظر آ رہا تھا۔

رحمان صاحب آفس ہی میں موجود تھے۔ دو تین منٹ بعد اُنہوں نے فیاض کو بُلا لیا۔

فیاض یہاں آ تو گیا تھا لیکن اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گفتگو کا آغاز کس طرح کرے۔

”کیا بات ہے؟“ رحمان صاحب اُسے گھورتے ہوئے بولے۔

”بُری خبر ہے جناب! سمجھ نہیں آتا کہ کس طرح...!“

”ہوں تو شاید کچھ عمران سے متعلق ہے؟“

”ج جی ہاں۔“ فیاض نے کہا اور جلد جلد بتانے کی کوشش کرنے لگا۔ کہ اُس نامعلوم مجرم سے وہ افسوس ناک اطلاع کس طرح ملی تھی۔

"ریکارڈنگ روم میں چلو۔" رحمان صاحب اُٹھتے ہوئے بولے! "اور وہ ٹیپ ریکارڈر بھی اٹھا لو۔"

ان کا لہجہ بے حد پرسکون تھا۔ دونوں ریکارڈنگ روم میں آئے اور کیپٹن فیاض ٹیپ ریکارڈر میں اسپول لگانے لگا۔

رحمان صاحب نے وہ گفتگو بھی پرسکون انداز میں سُنی اور آنکھیں بند کر کے کچھ سوچتے رہے۔ پھر بولے! "ایک بار وہ سمندر میں بھی غرق ہو چکا ہے اور متعدد بار دوسرے حوادث کا شکار ہو جانے کی خبریں بھی پھیلی ہیں... لیکن... خیر ہاں تو... فی الحال مسئلہ ہے اس نا معلوم آدمی کا۔ مجھے حیرت ہے کہ تم لوگ ابھی تک اس فون تک نہیں پہنچ سکے جس سے اُس کی کالز ہوتی ہیں۔"

"پتا خالی پلاٹ کا ہے! پلاٹ کے مالک کا نام کاغذات میں عبدالغفور لکھا ہوا ہے۔ لیکن اُس کا پتا بھی غلط ہے۔ اس پتے پر عبدالغفور نام کا کوئی آدمی کبھی نہیں رہا۔"

"فون کے بلوں کی ادائیگی کس طرح ہوتی ہے؟" رحمان صاحب نے پوچھا۔

"بلوں کی ادائیگی عبدالغفور ہی کے نام پر برابر ہو رہی ہے اور ان پر پتا اسی خالی پلاٹ کا درج ہوتا ہے۔ اس علاقے کے سارے ڈاکیوں سے پوچھ گچھ کی گئی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی نہیں بتایا کہ کبھی کوئی کسی خالی پلاٹ پر ٹیلیفون کا بل لے کر پہنچا ہو۔"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ اندر ہی اندر ساری کارروائی ہو جاتی ہے۔" رحمان صاحب بولے۔

"جی ہاں۔ لیکن بلنگ کلرک کا بیان ہے کہ وہ سارے بل ڈسپیچر کے حوالے کر دیتا ہے اور ڈسپیچر کے بیان کے مطابق سارے بل پوسٹ کر دیئے جاتے ہیں۔"

"بس تو پھر آخری مرحلہ جی پی او کا رہ جاتا ہے۔" رحمان صاحب بولے

"جی ہاں۔ میں نے وہاں کئی افراد متعین کئے ہیں جو پتا لگانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس ٹیلیفون بل پر کون ہاتھ صاف کر دیتا ہے۔"

"بس ٹھیک ہے، اپنی تگ و دو جاری رکھو! رہ گیا عمران کا معاملہ تو میں اُس کے سلسلے میں ہر وقت بُری خبر سننے کیلئے تیار رہتا ہوں۔"

پتا نہیں کیوں رحمان صاحب کے دفتر سے واپسی پر فیاض خاصا مایوس تھا۔

عمران کا فلیٹ آج کل کچھ زیادہ ہی "آباد" ہو گیا تھا۔

عمران کی غیر موجودگی میں دو مہاجرین بھی آکر فلیٹ میں فروکش ہو گئے تھے۔ اس طرح یہ آبادی تین سے پانچ نفوس تک جا پہنچی تھی۔

یہ دونوں مہاجرین کوئی غیر نہیں ظفر الملک اور جیمسن تھے۔ یہ اور بدری جیمسن ہی کی وجہ سے ہی عمل میں آئی تھی۔

ہوا یوں تھا کہ جس فلیٹ میں یہ دونوں رہتے تھے اُسی کے برابر والے فلیٹ میں ایک عربی جوڑا آکر نیا نیا آباد ہوا تھا۔ آبائی عربی النسل تو شاید نہ ہو، مگر تاثر یہی دیتا کہ وہ لوگ پشتینی عرب ہیں۔

اُنہی دنوں جیمسن پر بھی عربی لباس پہننے اور عربی لہجے میں اردو بولنے کا دورہ پڑا تھا۔

ظفر الملک نے سخت اعتراض کیا تھا۔ اُس کی اس روش پر مگر اُس نے اسے اپنا قطعی پرسنل معاملہ قرار دے کر ظفر الملک کے اعتراض کو رد کر دیا تھا اور دلیل یہ دی تھی کہ آخر تمام مسلمان

عربی لباس کیوں نہیں اپناتے جبکہ رسولؐ عربی کی اُمت اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ معمولی سے معمولی مرید بھی اپنے معمولی سے معمولی پیر کی پیروی کرتے ہوئے پیرانہ لباس زیب تن کر لیتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ لباس کے ساتھ ساتھ جمیسن نے عربی شہزادوں جیسی داڑھی بھی رکھ لی تھی۔ لیکن داڑھی کے مسئلے پر وہ ظفرالملک کے سامنے کوئی ٹھوس دلیل پیش نہیں کر سکا تھا کہ اس قسم کی داڑھیاں جو صرف ٹھوڑی کو زینت بخشتی ہوں وہ کس قسم کی پیروی کے کھاتے میں ڈالے گا۔

لباس اور داڑھی تک ہی محدود رہتا مگر اُس نے نام بھی تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ظفرالملک کو اطلاع دیدی تھی کہ آئندہ اُسے نہ جمسن کہا جائے اور نہ ہی جمیسن بلکہ اب وہ اقبال جان ہے۔ اردو بولتے وقت "ز" اور "ع" اور "ض" کو خالص عربی لہجے میں ادا کرنے کی پریکٹس بھی شروع کر دی تھی اور یہی پریکٹس فلیٹ بدر کرنے کو کافی ثابت ہوئی تھی۔

نئے نئے وارد ہونے والے عربی جوڑے سے زبردست جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس کی بیوی کو شکایت تھی کہ یہ شخص اقبال جان آتے جاتے اُس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے یہ بات اُس نے اپنے شوہر سے کہہ دی تھی اور شوہر غیرتِ شوہریت سے جل کر ظفرالملک پر چڑھ دوڑا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ شوہر نے ایک قدم آگے بڑھ کر فلیٹ کے مالک کو بھی اطلاع دیدی تھی۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ دوسرے ہی دن بلڈنگ کے مالک نے ان دونوں کو فلیٹ پر جا لیا اور ایک تحریری نوٹس ظفرالملک کو پکڑا کر چلا گیا۔ نوٹس کے مطابق انہیں دس دن کے اندر اندر فلیٹ خالی کرنا تھا کیونکہ وہ "بیوی بچوں" سے محروم تھے اور جیمسن نے مالک فلیٹ سے جھوٹ بول کر فلیٹ حاصل کیا تھا کہ "چھ ماہ "کے اندر ہی" بیوی بچے" آجائیں گے۔ حسب وعدہ چونکہ بیوی بچے نہ آ سکے تھے اور نہ آنے کا امکان تھا۔ لہٰذا ظفرالملک کو فلیٹ چھوڑ دینے کا فیصلہ کرنا ہی پڑا تھا۔

جیمسن نے مالک فلیٹ کو یہ بات سمجھانے کی لاکھ کوشش کی کہ وہ عربی خاتون سے اس لئے بات کرنا چاہتا تھا کہ اپنی "ز" "ع" "ض" عربی لب و لہجے کے مطابق صحیح کر سکے مگر مالک فلیٹ نے ایک بھی عذر نہ مانا اور دونوں کو فلیٹ سے نکال باہر کیا تھا۔

مُلّا کی دوڑ مسجد تک! دونوں اپنا اپنا سوٹ کیس اُٹھا کر عمران کے فلیٹ میں آگئے تھے۔ یہ بھی جیمسن کا ہی مشورہ تھا کہ عمران کے فلیٹ میں جا گھستے ہیں۔ کوئی متبادل بندوبست ہو جائے گا تو وہاں سے شفٹ ہو جائیں گے۔

تجویز چونکہ معقول تھی لہٰذا ظفرالملک کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ سلیمان نے ان دونوں کو دیکھ کر ناک بھوں تو بہت چڑھائی، مگر گلرخ نے اُسے یہ کہہ کر لتاڑ دیا تھا کہ صاحب جی کے لواحقین ہیں اور یہیں رہیں گے۔ یہی نہیں بلکہ اُن دونوں کے لئے فلیٹ کا وہ کمرہ جو بطور اسٹور روم کام میں آ رہا تھا اُسے خالی کر کے صاف کر دیا تھا۔

صبح سے شام ... شام سے رات ہو گئی تھی ... گلرخ تھی کہ وقفے

وقفے سے روئے جا رہی تھی۔

فیاض نے فون کر کے جوزف کو بتا دیا تھا کہ اب عمران کو صبر کر لے کیونکہ جنک یارڈ کی اس عمارت میں عمران بہ نفس نفیس موجود تھا جب وہ عمارت دھماکے سے اُڑی تھی۔ یہ سُن کر ہی گلرخ نے رونا شروع کر دیا تھا۔

جوزف بھی پہلے تو دہاڑیں مار مار کر رویا تھا۔ مگر اچانک ہی نہ جانے کیا ہوا کہ گلرخ کو روتے دیکھ کر اس نے ایک دم چپ سادھ لی تھی۔

فیاض کے بیان کے مطابق اس واقعے کو چار دن گزر گئے تھے اور اُس نے ان لوگوں کو آج ہی بتایا تھا۔

جیمسن اور ظفرالملک بھی کھوئے سے تھے۔ انہیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ عمران ایسی بے چارگی سے بھی مر سکتا ہے۔

اس وقت بھی گلرخ روئے جا رہی تھی۔ روتے روتے آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں اور ناک تو پھول کر کُپا ہو گئی تھی۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ ظفرالملک اور جیمسن اُسے سمجھا بجھا کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور اب ڈرائنگ روم میں سلیمان، جوزف اور گلرخ رہ گئے تھے۔

سلیمان بہت دیر سے گلرخ کو تسلیاں دے رہا تھا۔

"اری نیک بخت! اب چُپ ہو جا۔ صبح سے روئے جا رہی ہے نہ کچھ کھایا نہ پیا..." سلیمان نے گلرخ کو چمکارتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں، تُو پیٹ بھر کے روٹی کھا۔" گلرخ تڑپ کر بولی۔ "میرے علاوہ اُنہیں رونے والا اور ہے بھی کون ؟ ہائے ہائے... صاحب جی...!" گلرخ نے پھر آواز بلند کی۔

"چپ کر! بڑی آئی سگی بن کر۔" سلیمان نے بگڑ کر کہا۔ "جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں، تجھے اس گھر میں آئے ہوئے۔ تجھے کیا خبر کہ اس گھر میں آئے دن اُن کی موت کا ڈرامہ ہوتا رہتا ہے۔ کوئی ایک بار مرے ہیں وہ ؟ دس بار تو میں گنوا سکتا ہوں... کبھی کبھی تو پورا پورا مہینہ مرے رہے ہیں جبکہ ابھی تو صرف چار دن ہی ہوئے ہیں۔"

"بڑا نمک حرام ہے تُو!" گلرخ رونا دھونا چھوڑ کر ناک سُڑکتی ہوئی بولی "کیسے اُن کے مرنے کا ذکر کر رہا ہے۔"

"تُو ہی روئے جاتی ہے۔ بدشگون کہیں کی۔ وہ ایسے نہیں مر سکتے حادثاتی موت ان کے نصیب میں ہوتی تو ہزار بار مر چکے ہوتے حادثے تو خود اُن سے کترا کر گزر جاتے ہیں۔ وہ جب بھی مریں گے اپنے بستر پر آرام سے لیٹ کر اور ساتھ میں میری آدھی جان کر کے مریں گے۔ تُو اطمینان رکھ...!" سلیمان نے اُسے سمجھانے والے لہجے میں کہا۔

"بڑے صاحب کو خبر ہوگی تو اُن کا نہ جانے کیا حال ہوگا؟" گلرخ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

"بس... بس...!" سلیمان ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولا۔ "بڑے صاحب کا نام نہ لے... اگر وہ گت کے باپ ہوتے تو چھوٹے صاحب ایسے ہوتے ہی کیوں۔ اگر سچ مچ بھی مر جائیں گے نا... تو اُن کے باپ کو یقین نہیں آئے گا۔ سب سمجھتا ہوں۔ ہم ہی صاحب کے وارث ہیں اور بس...!"

"اے... اے... ناہنجار... صاحب کے باپ دادا تک پہنچ رہا ہے" گلرخ بگڑ کر بولی۔

"تجھے کیا...؟ تیرے باپ دادا تک تو نہیں پہنچ رہا نا۔"

"پہنچ کر تو دیکھ... گدی سے زبان کھینچ لوں گی۔ پٹھانی ہوں۔" گلرخ آستین چڑھاتی ہوئی بولی۔

"شٹ... سالا... فیر... فائیٹ کیا... !" جوزف ایک دم دہاڑا۔ بہت دیر سے اِن دونوں کی بک بک سن رہا تھا۔

"کالئے... تو نہ بولیو... !" سلیمان نے اُس کی طرف مڑ کر آنکھیں نکالیں۔ "یہ ساری نحوست تیری ہی پھیلائی ہوئی ہے۔ کل جتّا ہے.... جتنا تُو کالا ہے نا... دل تیرا اُس سے بھی زیادہ کالا ہے۔ تیرے سر پر تو ہر وقت بلائیں ناچا کرتی تھیں... کوئی بلا صاحب کو بھی لے گئی ہوگی۔"

"کیا بکتا... !" جوزف نے اُس کی گردن پکڑتے ہوئے کہا۔ "میسی اسے روکو... !"

"ابے چھوڑ میری گردن!" سلیمان اپنی گردن چھڑاتا ہوا بولا۔ "فیاض صاحب نے جان بوجھ کر ہمیں یہ منحوس خبر پہنچائی ہے۔ میں اُنہیں خوب جانتا ہوں۔ جب سے ڈپٹی ڈائرکٹر ہوئے ہیں، بہت اترانے لگے ہیں۔"

"چپ... بیٹھو... میں... کچھ سوچتا۔" جوزف نے کہا۔

"مناؤ... مناؤ... جشن مناؤ!" عمران دروازے میں کھڑا اُن سب کو گھور رہا تھا۔

تینوں اُس کی آواز پر اُچھل پڑے تھے۔ کیونکہ دروازے کی طرف کسی نے نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا کہ وہ کب سے وہاں کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔

گلرخ دوڑ کے اُس کے پاس پہنچی تھی اور پھر اُس کے اِرد گرد گھوم کر اس طرح دیکھنے لگی تھی کہ سچ مچ وہ ہر طرف سے زندہ ہے کہ نہیں۔

"خدا کا شکر ہے صاحب جی کہ آپ زندہ ہیں!" گلرخ دوپٹے سے اپنا چہرہ پونچھتی ہوئی بولی۔ "فیاض صاحب نے آپ کے بارے میں بڑی

خبر سنائی تھی۔"

"سب سن رہا تھا تمہاری باتیں!" عمران نے کہا۔

"کہاں سے؟" سلیمان نے اچانک سوال کیا

"اپنے کمرے میں تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

"ارے صاحب جی بڑا ذلیل ہے یہ سلیمان!" گلرخ نے سلیمان کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بُری خبر سُن کر بندر بانٹ کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ صاحب کے ہم ہی تو وارث ہیں۔"

"ہاں۔ ہاں۔ بندر بانٹ کر رہا تھا۔ پھر... تجھے کیا؟" سلیمان جل کر بولا۔ "تجھے سمجھا نہیں رہا تھا کہ صاحب کسی حادثے کا شکار نہیں ہو سکتے۔"

"ہاں... یہ سلیمان ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اسے بھی اور مجھے بھی فیاض صاحب کی بات کا یقین نہیں آیا تھا۔" جوزف پہلی بار بولا تھا۔

"دو وارث اور یہیں آئے ہوئے ہیں!" سلیمان نے کہا۔

"کیا مطلب... ؟" عمران نے سوال کیا۔

"ظفر الملک اور جیمسن اپنے فلیٹ سے نکال دیئے گئے ہیں اور یہیں آ گئے ہیں۔" جوزف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"خدا مجھ پر رحم کرے!" عمران سر پکڑ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ کے وارث ہیں کہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔" سلیمان بولا۔ "میری مانیئے تو وصیت نامہ تیار کر کے میرے پاس رکھوا دیجئے۔ آپ کے مزاج کا کچھ ٹھکانہ نہیں کسی روز کہیں سچ مچ ہی مرنے کا ارادہ نہ ہو جائے۔"

"دیکھئے... دیکھئے!" گلرخ چیخ کر بولی۔ "کتنا سر چڑھا رکھا ہے آپ نے۔ کیسی منحوس باتیں کئے جا رہا ہے۔"

"تو چپ رہ! تیری وجہ سے میرا بہت نقصان ہو رہا ہے۔ سارا خرچ اب تیرے ہاتھ میں رہتا ہے۔" سلیمان بگڑ کر بولا۔

"تُو تو جلے گا! بے ایمانی کرتا تھا نا۔" گلرخ ترکی بہ ترکی بولی۔

"اب ان دونوں مہاجروں کا جلد بندوبست کر دیجئے گا۔" سلیمان نے کہا۔

"تجھے کیا تکلیف ہے؟" عمران نے سوال کیا۔

"تکلیف یہ ہے کہ سارا کام مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔ میں اتنے لوگوں کا کھانا نہیں پکا سکتا۔"

"اس لئے مرا جا رہا ہے۔" عمران بولا۔ "ٹھیک ہے! آئندہ میں اور گلرخ مل کر پکا لیا کریں گے۔"

"ہمیشہ غلط ہی سمجھیں گے۔" سلیمان ہاتھ نچا کر بولا۔ "میرا مقصد ہے یہ ہے کہ جتنا خرچ آپ دیتے ہیں اس میں اتنے لوگوں کا گزارہ نہیں ہو سکتا۔"

"ابے... نالائق... یہ مہمان ہیں۔" عمران نے کہا۔ "مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔"

"پہلے ہوتے ہوں گے۔ اب زحمت ہوتے ہیں!" سلیمان نے جواب دیا۔

"بھیک کے پیسے ختم ہو گئے ہیں کیا؟" عمران نے سوال کیا۔

"ایک بھکاری کو دے دیئے۔" سلیمان نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔

"اچھا چل...! کافی بنا کر لا۔" عمران نے سلیمان سے کہا۔ "اور دیکھ دو پیالیاں مہمانوں کے لئے بھی۔"

ظفر الملک اور جیمسن کو عمران نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

دونوں شاید سو گئے تھے۔ اور ان سب کی باتوں سے ہی آنکھ کھل ہو گی۔ وہ سلیپنگ سوٹ میں ہی ڈرائنگ روم آ گئے تھے۔

"شکر ہے ربِ قدوس کا!" جیمسن نے "ر" کو حلق سے نکال کر ک

"سبحان اللہ... سبحان اللہ۔" عمران نے لہک کر کہا۔

"آپ کو ہمارے بارے میں تو معلوم ہو ہی گیا ہو گا۔" ظفر الملک نے کہا۔

"ہاں! بے فکری سے رہو۔" عمران نے کہا۔ "شاید تم دونوں کی ضرورت پڑے۔"

سلیمان کافی بنا کر لے آیا تھا۔

عمران نے کافی کا گھونٹ بھر کر گلرخ سے کہا۔ "دیکھ گلرخ! اب تو سودا سلف لینے بازار نہ جایا کر!"

"کیوں صاحب جی؟"

"ایک تو ہی تو مجھے رونے والی ہے۔ میں تجھے کھونا نہیں چاہتا۔"

"صاحب جی! فکر نہ کیجئے! میں علی بابا والی مرجینا سے زیادہ چالاک ہوں۔ کسی کی باتوں میں آنے والی نہیں۔" گلرخ ہاتھ نچا کر بولی۔

"جو کہہ رہا ہوں وہی کر!" عمران نے کہا۔ "کل سے بازار کا کام سلیمان کرے گا۔"

"سودے میں پیسوں کی کانٹ چھانٹ کرے گا۔ عادت بُری بلا ہے۔"

"فکر نہ کر...! مرے گا تو سانپ بچھو چمٹیں گے۔"

"یہ بھی بڑی زبان دراز اور نافرمان بیوی ہے۔ دیکھئے گا اس کا حشر مجھ سے بُرا ہو گا۔"

"باس! اب ان دونوں کو یہاں سے چلتا کر دو!" جوزف نے اکتا کر اپنی ٹانگ اڑا دی۔

صبح ابر آلود تھی۔ بادل کہیں کہیں سے ہلکے تھے اور کہیں سے گہرے

کسی وقت بھی بارش شروع ہونے کا امکان تھا۔

عمران نے ایکسٹو والے فون پر جولیا کے نمبر ملائے تھے۔

دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی تھی۔ "ہیلو۔"

"ایکسٹو... !" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یس سر!"

"صفدر سے کہو کہ جی۔ پی۔ او ریڈ کرے۔ جسے بھی مشتبہ سمجھے اس کا تعاقب کرے۔"

"بہتر سر!"

"نعمانی سے کہو کہ وہ کنگ کمپنی پر نظر رکھے اور صدیقی نیشنل انجینئرنگ ورکس دیکھے۔ دونوں کمپنیوں کی طرف سے اظہار وجوہ کے نوٹس اخبار میں شائع ہوئے ہیں۔ دو دن کی مہلت دی گئی ہے کہ ساگر اور حزام حاضر ہو جائیں ورنہ ملازمت سے برطرف کر دیئے جائیں گے۔ وہ دونوں ہی اپنی اپنی ڈیوٹی پر حاضر نہ ہو سکیں گے۔ نعمانی اور صدیقی دیکھیں کہ دو دن کے بعد اُن کی جگہ پُر کرنے کے لئے کوئی آتا ہے یا نہیں اور جو بھی ملازم رکھا جائے یہ معلوم کیا جائے کہ وہ کسی کی سفارش پر تو نہیں آیا اور اگر آیا ہے تو کس کی؟"

"بہت بہتر سر!" جولیا نے کہا۔

"اوور اینڈ آل!" عمران نے یہ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

صفدر ٹھیک آٹھ بجے جی۔ پی۔ او کی وسیع عمارت کے سامنے واقع ایک کیفے میں داخل ہوا تھا۔ اس نے اپنا اسکوٹر کیفے کے سامنے ہی کھڑا کر دیا تھا۔

اس نے ایسی میز منتخب کی تھی جہاں سے جی۔ پی۔ او کے صدر دروازے پر بخوبی نظر رکھی جا سکے۔ اور وہ ہر آنے جانے والے کو دیکھ سکے۔

صفدر نے گھڑی دیکھی۔ گیارہ بج چکے تھے مگر ابھی تک جنرل پوسٹ آفس میں آنے جانے والوں میں کوئی ایسا شخص دکھائی نہیں دیا تھا جس پر اُس کی جہاندیدہ نظریں شبہ کر سکیں۔ اب تک چائے کی تین پیالیاں پی چکا تھا۔

قریباً بارہ بجے ایک سیاہ مرسڈیز جو نئی تھی نہ زیادہ پرانی پوسٹ آفس کے سامنے آکر رکی۔ اور اُس میں سے ایک لڑکی برآمد ہوئی۔ لڑکی حد سے زیادہ خوبصورت تھی اور جدید ترین علی بابا سوٹ پہنے حد سے زیادہ ہی اسمارٹ لگ رہی تھی۔ سوٹ کا کپڑا بھی ان دونوں حدود کی مناسبت سے' حد سے زیادہ باریک تھا۔ لڑکی کی رنگت سرخی مائل اور بال بھورے تھے۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا اور ہاتھ میں سیاہ رنگ کا پرس تھا۔ وہ اپنی ہائی ہیل والی جوتی پر لہراتی ہوئی' جی۔ پی۔ او کے صدر دروازے سے گذر کر اندر داخل ہو گئی۔

صفدر کو ہر خوبصورت لڑکی مشتبہ ہی لگتی تھی۔ اس نے جلدی سے چائے کا بل ادا کیا اور تیز تیز چلتا ہوا لڑکی کے پیچھے ہی جی۔ پی۔ او کے صدر دروازے میں داخل ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ لڑکی اندر جا کر گم ہو جاتی' وہ ہال میں پہنچ گیا تھا اور لڑکی کو اسی ناز و انداز سے چلتی ہوئی جنرل پوسٹ ماسٹر کے دفتر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

لڑکی ٹھیک آدھ گھنٹہ بعد جنرل پوسٹ ماسٹر کے دفتر سے برآمد ہوئی اور اسی انداز سے چلتی ہوئی صدر دروازے سے باہر نکل گئی تھی۔

صفدر نے فوری طور پہ اُس لڑکی کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ بھی جلد ہی باہر آ گیا۔ لڑکی اپنی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ صفدر تیزی سے اپنے اسکوٹر کی طرف بڑھا تھا۔

لڑکی کی گاڑی حرکت میں آ چکی تھی۔ لیکن صفدر کا اسکوٹر اسٹارٹ ہونے سے عاجز تھا۔ وہ کک پہ کک لگا رہا تھا مگر اسکوٹر اسٹارٹ نہ ہوا۔ لڑکی ہاتھ سے نکل جا رہی تھی۔ اُس نے اپنا اسکوٹر برابر ہی ایک پان سگرٹ کی دوکان والے کی تحویل میں دیا اور سڑک پہ کھڑے ہو کر ٹیکسی تلاش کرنے لگا۔

لڑکی ابھی زیادہ دور نہیں گئی تھی کہ ایک ٹیکسی آ گئی اس نے جلدی سے دروازہ کھولا اور بیٹھتا ہوا ڈرائیور سے بولا۔ "اس سیاہ مرسڈیز کا پیچھا کرو۔ جلدی ..."

ٹیکسی ڈرائیور نے ایک سرسری نظر صفدر پہ ڈالی تھی اور ٹیکسی کو سیاہ مرسڈیز کے تعاقب میں ڈال دیا تھا۔

صفدر نے نشست کی پشت گاہ سے ٹیک لگا دی تھی۔ اس گھبراہٹ میں کہ کہیں وہ لڑکی ہاتھ سے نہ نکل جائے، صفدر اس بات سے بے خبر رہا تھا کہ ٹیکسی کے حرکت میں آتے ہی ایک اور گاڑی نے ٹیکسی کا پیچھا کرنا شروع کر دیا تھا۔

تینوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی شہر کے اس حصّے میں داخل ہو چکی تھیں جہاں ٹریفک بہت زیادہ تھا۔

بار بار سگنلوں پہ رُکنے کی وجہ سے صفدر کو اندیشہ تھا کہ کہیں لڑکی کی کار نگاہ سے اوجھل نہ ہو جائے۔ اُس نے ایک بار بھی پیچھے نظر نہیں ڈالی تھی۔

لڑکی کی گاڑی شہری حدود کو طے کرتی ہوئی مضافات کی طرف بڑھ رہی تھی۔

صفدر نے بھی ٹیکسی ڈرائیور کو رفتار تیز کرنے کی ہدایت کی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے مناسب فاصلہ رکھتے ہوئے ٹیکسی کی رفتار بڑھا دی۔ وہ اس معاملے میں کچھ زیادہ ہی ہوشیار ثابت ہوا تھا۔

البتہ ٹیکسی کے تعاقب میں آنے والی گاڑی نے فاصلہ زیادہ رکھا تھا۔

لڑکی مضافات کو چھوڑتی ہوئے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی، حتیٰ کہ مضافات کی آبادی ختم ہو گئی۔

مرسڈیز کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی۔ غیر آباد علاقہ تھا اس لیے اب خال خال ہی کوئی عمارت نظر آتی تھی۔ پھر لڑکی اپنی گاڑی کو ایک ایسے میدانی علاقے میں لے گئی جہاں کچھ عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔

ٹیکسی ڈرائیور نے اچانک ٹیکسی کی رفتار کم کر دی۔

صفدر نے اُسے رفتار تیز کرنے کو کہا کیونکہ لڑکی کی گاڑی بہت تیزی سے دور ہوتی چلی جا رہی تھی۔ لیکن ٹیکسی ڈرائیور نے سنی ان سنی کر دی ... پھر صفدر یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ٹیکسی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر پورچ میں جا رُکی تھی۔

"یہاں کیوں روکی ہے، ٹیکسی؟" صفدر نے جھلا کر پوچھا

"اس لیے کہ آپ کی منزل مقصود یہی ہے۔" ڈرائیور نے پلٹ کر جواب دیا اور معنی خیز انداز میں مسکرانے لگا۔

اتنے میں وہ گاڑی بھی پیچھے آ رکی جو جی۔ پی۔ او ہی سے تعاقب میں رہی تھی۔ صفدر اُس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا ... پھر وہ ڈرائیور کی طرف مڑا ہی تھا کہ اُس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر طویل سانس لی چوٹ ہو گئی تھی۔

آنے والی گاڑی سے دو آدمی اُتر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آ رہے تھے۔ صفدر سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا۔

"اُترو ... !" ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

"م م... میرے پاس زیادہ رقم نہیں ہے... تم تلاشی لے سکتے ہو۔" صفدر نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"نیچے اتر کر بات کرنا۔" ڈرائیور نے اپنے پستول کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا...!" صفدر نے سعادت مندی سے جواب دیا مگر ٹیکسی سے نہیں اترا۔ اُس کا ذہن بڑی تیزی سے بچاؤ کی کوئی تدبیر سوچ رہا تھا اُس نے عمارت پر ایک نظر ڈال کر یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر وہ چار دیواری پھلانگ سکا تو پھر ان نالائقوں سے چھٹکارا پا سکے گا۔

"میں نے کہا تھا، نیچے اُترو۔" ڈرائیور نے سرد لہجے میں کہا۔

"پپ... پہلے تم اُترو... مجھے پستول سے ڈر لگ رہا ہے۔" صفدر نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور فوراً ہی دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا۔ صفدر اسی بات کا منتظر تھا۔ اس نے پچھلا دروازہ اتنی زور سے کھولا کہ ٹیکسی ڈرائیور اس کی زد میں آگیا۔ "اُف" کر کے اُس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن صفدر کے لئے یہی ایک لمحہ کافی تھا۔ وہ تیزی سے باہر آیا اور دوڑ کر لان پھلانگتا ہوا چار دیواری کی طرف بڑھ گیا۔ اتنا اندازہ تو اُسے ہو ہی گیا تھا کہ وہ اس چار دیواری کو کسی بھی جگہ سے پھلانگ سکے گا۔ اس کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ باہر والی تبدیلی کا علم اندر جانے والوں کو نہ ہو جائے۔ ورنہ جان بچانا مشکل ہو جائے گی۔

ڈرائیور کو شاید چوٹ زیادہ ہی لگی تھی ورنہ اب تک وہ فائر کر چکا ہوتا۔

صفدر جان کی پرواہ کئے بغیر دونوں ہاتھ اٹھا کر اُچھلا اور دیوار کا سرا تھامے ہوئے اٹھتا چلا گیا۔ ایک لمحہ بھی مزید دیر ہو جاتی تو وہ اس گولی کا نشانہ بن چکا ہوتا جو ڈرائیور کے پستول سے نکل کر اُس کی طرف آئی تھی۔

دوسری طرف اُترتے وقت اُس نے خاص احتیاط سے کام لیا تھا۔ زمین سطح اور سخت تھی۔ آس پاس کسی عمارت کے آثار نہ دکھائی دیئے۔ یہ قریب قریب ویرانہ ہی تھا۔

پھر سمت کا تعین کئے بغیر ہی اُس نے ایک طرف دوڑ لگا دی۔

اُسے خدشہ تھا جلد ہی اس واقعے کا علم عمارت کے اندر جانے والوں کو بھی ہو جائے گا۔ اور اگر وہ تینوں ہی چہار دیواری پھلانگ کر اُس کی طرف دوڑ پڑے تو ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے ان کی دسترس سے جلد از جلد جتنا بھی ممکن ہو دور نکل جائے تو بہتر ہے۔ اس نے رفتار تیز کر دی تھی۔ انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ بے آواز دوڑتا رہے۔ بدحواسی کے عالم میں اُسے یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ اس وقت وہ کس جگہ پر ہے۔

دوڑتے دوڑتے مڑ مڑ کر بھی دیکھ لیتا تھا کہ وہ تینوں اُس کے تعاقب میں تو نہیں آ رہے ہیں۔

اور اب وہ بہت آگے نکل آیا تھا۔ اب اتنی تیزی سے دوڑ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ لمبی لمبی گھاس کے درمیان پہنچ گیا تھا۔

روڈ کے اختتام پر اس نے محسوس کیا کہ دم لینا ضروری ہے وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ جی چھوڑ کر دوڑا تھا۔

وہ رک گیا اور کھڑا آگے پیچھے جھولتا ہوا ہانپتا رہا۔ اب اُس کے سامنے سوال یہ تھا کہ جائے کہاں؟ یہ تو کوئی ویرانہ تھا اور وہ گہرے بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان کے نیچے حیران و پریشان کھڑا تھا۔

دس منٹ گذر گئے۔ چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔

جلد ہی اونچی گھاس کے اُلجھیڑوں سے نجات مل گئی۔ وہ سوچ رہا تھا

کہ اگر ایسے میں بارش شروع ہوگئی تو کیا ہوگا۔ کچھ دور چل کر ڈھلان شروع ہوگئی تھی اور وہ بہت احتیاط سے قدم اٹھانے لگا تھا۔

ابھی ڈھلان کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ بڑی بڑی بوندیں آگئیں۔ اور اس نے غیر ارادی طور پر پھر دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ اس بار وہ تھکن کی وجہ سے منہ کے بل قدِ آدم جھاڑیوں میں گرا تھا۔ بوکھلا کر اٹھا تو ایسا لگا جیسے ان جھاڑیوں کی دوسری طرف کوئی عمارت موجود ہو۔

اور وہ واقعی ایک چھوٹی سی عمارت تھی... وہی نہیں، وہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اور بھی کئی عمارتیں تھیں۔ وہ جھپٹ کر قریبی عمارت کے برآمدے میں جا پہنچا۔

بارش جس زور وشور سے شروع ہوئی تھی اُسی طرح اچانک ختم بھی گئی۔ اور وہ دیوار سے لگا یہ سوچتا رہا کہ اب کیا کرے۔ نہ ہی اندازہ تھا کہ وہ شہر سے اس وقت کتنی دور ہے اور نہ ہی اس کا کوئی امکان نظر آرہا تھا کہ وہ کسی طرح شہر تک پہنچ سکے گا۔ تھکن سے بے حال تھا اور پیدل چلنے کی سکت سے محروم!

اچانک اس نے سوچا کہ کیوں نہ اس عمارت کے مکینوں سے مدد طلب کی جائے۔ ٹیکسی ڈرائیور کی فریب دہی کی کہانی سنانا مناسب رہے گی۔ وہ کال بیل کا بٹن دبانے ہی والا تھا کہ اُس کی نظر دروازے پر پڑے ہوئے قفل پر گئی۔ اوہ تو عمارت مقفل ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عمارت خالی ہے۔

ایک نئے خیال نے اس کے ذہن میں جنم لیا۔ ہو سکتا ہے عمارت خالی نہ ہو اس کے مکین کہیں گئے ہوں اور یہاں ٹیلیفون بھی موجود ہو۔

دوسرے ہی لمحے میں اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے پرس نکالا اور اس کے ایک خانے میں انگلی ڈال کر کچھ تلاش کرتا رہا۔ پھر وہ باریک سا

اوزار قفل کے سوراخ میں رینگ گیا تھا جو اس کے پرس سے برآمد ہوا تھا۔

قفل کھلنے میں دیر نہ لگی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور پھر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ کھڑکیوں پر دبیز پردے پڑے ہوئے تھے... اُس نے احتیاط کے ساتھ پورے مکان کا جائزہ لیا۔ تین کمروں کے اس چھوٹے سے مکان میں بالآخر اُسے اپنی مطلوبہ چیز مل ہی گئی۔

ٹیلیفون اور ڈائرکٹری دونوں ہی موجود تھے۔ اُس کے چہرے پر تازگی آگئی تھی۔ اس نے جھک کر دیکھا ساکٹ میں نمبر کارڈ موجود نہیں تھا۔

اس نے جلد جلد جولیا کا نمبر ڈائیل کیا۔ جولیا موجود نہیں تھی۔ پھر اس نے عمران کو کال کرنا مناسب سمجھا۔

"ہلو...! عمران بول رہا ہوں۔"

"میں صفدر ہوں جناب!" دوسری طرف سے صفدر کی بھرائی ہوئی آواز آئی۔

"کیوں ہو؟" عمران نے کہا۔

"میں دشواری میں پڑ گیا ہوں!"

"اس وقت؟" عمران نے کہا۔

"سنیئے اور سنجیدگی کے ساتھ!" صفدر نے جھنجھلا کر کہا۔ "ایک ٹیکسی ڈرائیور اور دو آدمی مجھے پکڑنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے میں نکل بھاگا۔ وہ عمارت کسی ویرانے میں ہے۔ اب بھاگتے بھاگتے ایک اور ویرانے میں نکل آیا ہوں اور اس وقت ایک خالی عمارت میں ہوں جس کا قفل کھول کر اندر آگیا ہوں۔ یہاں فون موجود ہے مگر نمبر کارڈ اُس پر موجود نہیں۔"

"تم نے بھاگ کر غلطی کی ہے۔ جاننا چاہیئے تھا کہ تمہیں پکڑ کر ویرانے میں لے جانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ بہر طور اُس عمارت کا محل وقوع

بتاؤ۔" عمران نے کہا

"کچھ اندازہ نہیں ہو رہا کہ اس وقت کہاں ہوں اور نہ ہی اپنے میں اتنی سکت پاتا ہوں کہ پیدل چل پڑوں۔ کسی سواری کے ملنے کا بھی امکان نہیں ہے۔"

"تو پھر اسی طرح بے سروپا بولتے رہو۔ میں ابھی دریافت کرتا ہوں کہ وہ فون نمبر کس کا ہے۔" عمران نے اس کو ہدایت کی۔

"میں سمجھ گیا جناب۔" صفدر کی آواز آئی۔

اور پھر اُس نے بے سروپا باتیں شروع کر دی تھیں۔

گرج بھی رہے تھے اور برس بھی رہے تھے۔

رحمان صاحب کا غصہ اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ بات بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ ابھی ابھی کیپٹن فیاض نے انہیں اطلاع دی تھی کہ فائیل پی ٹکس سیونٹی نائین غائب ہو گئی ہے۔

"تم خود ہی فیصلہ کرو کہ ڈپٹی ڈائرکٹری کے اہل ہو؟" رحمان صاحب نے غصے سے سوال کیا۔

"جی... جی... وہ...!" کیپٹن فیاض کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی۔

"کیا جی... جی...! مجھے بہر صورت وہ فائیل چاہیے۔" رحمان صاحب بگڑ کر بولے۔

"جی... وہ... عمران!" فیاض نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"تمہیں عمران فوبیا ہو گیا ہے۔ کبھی اُسے بم سے اُڑاتے ہو، کبھی ایرجبر کرتے ہو۔ ہر بات میں عمران... عمران کی رٹ لگاتے رہتے

ہو!" رحمان صاحب غصے سے کمرے میں ٹہلتے ہوئے بولے۔

فیاض اس وقت دل ہی دل میں عمران کو چھپتر گالیاں فی سیکنڈ کے حساب دے رہا تھا۔ وہ رحمان صاحب کو یہ بات بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ عمران نے بھی اس سے وہ فائیل مانگا تھا... اور اب جو یہ فائیل غائب ہوا ہے تو اُسے عمران نے ہی غائب کرایا ہو گا... یقینی طور پر بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ عمران نے ہی غائب کرایا ہے یا کسی اور کے ہاتھ کی صفائی ہے ہر دو صورت میں اُس کی نااہلی ہی ثابت ہوتی ہے۔

رحمان صاحب پندرہ منٹ سے اُسے جھاڑ رہے تھے۔ اور اُسے اپنے وہ خواب خطرے میں پڑتے نظر آ رہے تھے جو وہ رحمان صاحب کے ریٹائرمنٹ کے بعد خود ڈائرکٹر جنرل بننے کے سلسلے میں دیکھ رہا تھا۔

"جا سکتے ہو...!" رحمان صاحب نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے جانے کا حکم دے دیا۔

فیاض بڑی بے چارگی کے ساتھ اُٹھا اور کوٹھی سے باہر آ گیا دل تو اس کا یہی چاہ رہا تھا کہ کہیں سے عمران مل جائے تو اُسے اسی وقت شوٹ کر دے بیسیوں بار ایسا ہو چکا تھا کہ عمران ہی کی وجہ سے اُسے اُس کے باپ سے جھاڑ سننا پڑی تھی۔

عمران سے ملاقات ضروری تھی۔ اُسے ہرگز اس بات پر یقین نہیں تھا کہ عمران جنک یارڈ والی عمارت میں دھماکے کے وقت موجود رہا ہو گا اگر ایسا ہی ہوتا تو گتے کی آواز والا اس کو فون کر کے ہرگز بور نہ کرتا۔ اتنی عقل فیاض بھی رکھتا تھا۔ اور یہ بات فیاض اور رحمان صاحب کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہ تھی کہ عمران جنک یارڈ والی عمارت میں گیا تھا۔ اس کی خبر بھی گتے والے نے ہی دی تھی۔ ورنہ فیاض بھی لاعلم ہی رہتا۔

فیاض نے فوری طور پر عمران کے فلیٹ پر ایک آدمی تعینات کرنے

کا فیصلہ کیا تھا تاکہ فلیٹ کی نگرانی ہو سکے۔ اُسے یقین تھا کہ عمران اپنے فلیٹ پر نہ ہوگا۔

اس کے لئے سب سے بڑی پریشانی کی بات یہ تھی کہ رحمان صاحب نے فائیل کہیں سے بھی مہیا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس سلسلے میں عمران کو شیشے میں اتارنا ضروری تھا۔ دھونس دھڑلے سے کام نہیں چل سکتا تھا۔

فیاض نے اپنے گھر پہنچ کر عمران کے فلیٹ فون پر رنگ کیا۔

رسیور گلرخ نے اٹھایا تھا۔ "ہلو"

"میں ڈپٹی ڈائرکٹر فیاض بول رہا ہوں!" دوسری طرف سے فیاض نے گلرخ کی آواز سن کر مٹھاس بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ... !کپتان صاحب!" گلرخ نے چہک کر کہا "کیا بات ہے؟"

"عمران آیا یا نہیں...؟"

"کیا مطلب... آپ نے ہی تو اُن کے لئے بُری خبر سنائی تھی" گلرخ گلوگیر آواز میں بولی۔

"وہ خبر غلط ثابت ہوئی... عمارت کے ملبے میں کسی انسانی ملبے کی ملاوٹ ثابت نہیں ہو سکی..." فیاض نے دوسری طرف سے کہا۔

"آپ کے منہ میں گھی شکر۔ ہمارا تو روتے روتے بُرا حال ہو گیا۔ اس خوشخبری پہ آپ کو ایک کافی ضرور پلاؤں گی۔ جب بھی آپ آئیں گے"

"وہ واپس آیا... یا نہیں...؟"

"نہیں... !" گلرخ نے عمران کی ہدایت کے مطابق انکار کرتے ہوئے کہا۔ "جب بھی واپس آئے۔ اس سے کہنا کہ فوراً مجھ سے ملے"

"بہت اچھا... !"

سلسلہ منقطع کرکے وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔

لڑکی فرّاٹے سے کار اُڑائے لئے چلی جا رہی تھی۔ راستہ کچّا اور ناہموار تھا۔ رفتار تیز ہونے کی وجہ سے کار ہچکولے کھا رہی تھی۔

لڑکی شائد بہت جلدی میں تھی۔۔ اس کی نظریں سامنے راستے پر جمی ہوئی تھیں۔ اپنی دُھن میں وہ یہ بھی نہ دیکھ سکی کہ پیچھے کی جانب ڈکی کا ڈھکن آہستہ آہستہ اوپر اُٹھ رہا ہے۔

ڈکی کا ڈھکن اتنا کھل چکا تھا کہ ایک آدمی نے اس کے اندر سے دائیں جانب والے نشیب میں چھلانگ لگا دی تھی۔ گاڑی بدستور فرّاٹے بھرتی نکلی چلی گئی۔

چھلانگ لگانے والے کے ہاتھ میں ایک بریف کیس بھی تھا۔ وہ بڑی تیزی سے لڑھکتا ہوا نیچے چلا گیا... پھر کسی ٹھوس چیز سے ٹکرائی اور آنکھوں میں چاند، سورج، تارے سبھی کچھ بہ یک وقت ناچ کر رہ گئے۔ کوئی بڑا سا پتھر راہ میں رکاوٹ بن گیا تھا۔ ورنہ یہ چھلانگ اُسے کسی گہری کھڈ میں بھی لے جا سکتی تھی۔ کمر میں ایسی ہی چوٹ آئی تھی کہ کئی منٹ تک اس کے جسم میں ہلکی سی جنبش بھی نہ ہو سکی۔

آنکھیں بند کئے دم بخود پڑا رہا... اور کرتا بھی کیا؟ فی الحال چوٹ کی وجہ سے سب کچھ غائب ہو گیا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کمر کی چوٹ نے سارے جسم کو سن کر دیا ہو۔

ریڑھ کی ہڈی تو نہیں ٹوٹ گئی؟ اس خیال پہ ذہن میں جھماکا سا ہوا لیکن پھر فوراً ہی خیال آیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ریڑھ کی ہڈی ٹوٹتی ہے تو انسان سوچنے کے قابل ہی کب رہ جاتا ہے۔

کچھ وقت اور گزر گیا۔ اُس کا ذہن آہستہ آہستہ صاف ہوتا جا رہا تھا پھر اس نے اُٹھنے کی کوشش کی اور بخیر و عافیت اُٹھ بھی بیٹھا، البتہ کمر کی تکلیف بدستور قائم تھی۔ یہ ساری تکلیف اس بریف کیس کے حصول کے لئے اُس نے اُٹھائی تھی۔

جہاں وہ اس وقت موجود تھا یہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں سے سر پہ پھیلے ہوئے نیلے آسمان کے علاوہ کچھ اور دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

جہاں سے لڑھکتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا وہاں قدم جما کر کھڑا ہو گیا۔ اور جھک کر دیکھا تو ڈھلان کو قابل عبور پایا۔

کچھ دُور چلنے کے بعد وہ تین فٹ گہرے ایک نالے میں اُتر گیا۔ نالا بتدریج ڈھلوان ہوتا چلا گیا۔ وہ خاموشی سے چلتا رہا۔ بریف کیس اُس کے بائیں ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔

آدھے گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد وہ ایک مسطح جگہ پہ رُک گیا، جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور ایک طائرانہ نظر اپنے اطراف پہ ڈال کر بولا۔ "ہلو... بلیک زیرو...!"

"یس! ہیئر از بلیک زیرو!" بلیک زیرو نے فوراً جواب دیا۔

"محل وقوع سمجھو!"

پھر اُس نے بلیک زیرو کو اُس جگہ کا محل وقوع سمجھایا جس جگہ وہ اس وقت موجود تھا۔

"وہیں ٹیک اپ میں ہوں! جیپ لے کر آ جاؤ۔"

"بہت اچھا... ایک اور بات!" بلیک زیرو نے دوسری طرف سے کہا۔ "آپ کے رہائشی فلیٹ کی نگرانی دو پارٹیاں کر رہی ہیں۔ ایک آدمی کیپٹن فیاض کا ہے اور دو آدمی کسی اور سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"میں نے سب کو منع کر دیا ہے کہ میری واپسی کا تذکرہ کسی سے نہ کیا جائے

"میں پہنچ رہا ہوں۔"

"اوور اینڈ آل...!"

عمران نے ایک طویل سانس لے کر ٹرانسمیٹر جیب میں رکھا اور نہ جانے کیا سوچتا ہوا دُور خلا میں گھورنے لگا۔

عمران سائیکو مینشن کے ایک کمرے میں بیٹھا بڑے انہماک سے ان کاغذات کا جائزہ لے رہا تھا جو بریف کیس سے برآمد ہوئے تھے۔

یہ وہی فائیل تھا جس کا مطالبہ اُس نے خود فیاض سے کیا تھا۔

مجرم حرکت میں آ گئے تھے۔ اُس سے پہلے ہی انہوں نے فائیل پر ہاتھ صاف کر دیا تھا۔ مگر پھر وہ عمران کے ہاتھ لگ گئے۔ فیاض کے محکمے میں کوئی نہ کوئی اُس لڑکی کا منظورِ نظر رہا ہوگا جس کے ذریعہ اُس لڑکی نے فائیل حاصل کیا تھا۔ بہرحال، یہ عمران کا مسئلہ نہیں تھا۔

عمران نے کاغذات ایک طرف رکھ کر طویل سانس لی اور سر اٹھا کر بولا۔ "سب کچھ چوپٹ ہو گیا۔"

بلیک زیرو میز کی دوسری طرف خاموش بیٹھا تھا۔

"کیا جناب؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے کاغذات کی نوعیت کا علم نہیں تھا۔"

"آخر یہ کیسے کاغذات ہیں؟"

"ان کاغذات میں ایک ایسے اسمگلر کی نشاندہی کی گئی ہے، جو بیک وقت اسمگلر بھی ہے اور بلیک میلر بھی۔ مگر اس کا اصل کام دونوں سُپر پاوروں کو ڈبل کراس کرنا تھا۔ جس بھی ترقی پذیر ملک میں جن پاور کے

مفاد ہوتے وہ اُن کی حفاظت کرتا تھا۔ خود ایک بین الاقوامی مجرموں کے ٹولے کا سربراہ تھا اور ترقی پذیر ملکوں یا طفیلی ملکوں میں مسلح بغاوتیں کرانے کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ پھر وہ مسلح بغاوت کے لئے اسلحہ بھی خود ہی اسمگل کرتا تھا۔ تم جانتے ہو کہ اسلحے کے بغیر کوئی ایسی بغاوت ممکن نہیں ہوتی۔ ان کاغذات میں کچھ ایسے لوگوں کے نام بھی ہیں جو ملک سے فرار ہوگئے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اندرونی طور پر کس ملک کے لئے کام ہو رہا ہے۔"

"اس قسم کا تو ایک ہی بلیک میلر ہے!" بلیک زیرو بولا۔

"شاید تم سنگ ہی کا نام لوگے۔" عمران نے کہا

"ہاں... !"

"نہیں... یہ فائیل اس سے متعلق نہیں ہے۔" عمران نے کہا اور پھر ایک دم چونک کر بولا۔ "حد ہوگئی حماقت کی!"

"یعنی... ؟" بلیک زیرو نے کہا۔

"کچھ نہیں... اب تو سارے ڈرامے کا سیٹ اپ ہی بدلنا پڑے گا۔" عمران پر تشویش لہجے میں بولا۔

"نواب شاکر علی شاطر کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کچھ نہیں!" عمران بولا۔ "مشتعل دماغ کے لوگ سازشیں نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی سازش کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ سازش کے لئے دماغ کا ٹھنڈا ہونا ضروری ہے اور شاطر بے چارا اس صفت سے محروم ہے۔ میں نے اُسے لسٹ سے نکال دیا ہے۔ سارے ڈرامے کا سیٹ نئی بننے والی بندرگاہ پورٹ خلیل کے ارد گرد لگایا جائے گا۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"انسپکٹر باسط رشید کا قتل کس خانے میں ڈالیں گے؟" بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"کسی خانے میں بھی نہیں!" عمران نے جواب دیا۔ "البتہ اُس کی زبان سے نکلنے والے لفظ "کاؤس" کو کھاتے میں لکھ لیا ہے۔ طاہر صاحب! اب بہت جلدی کرنی پڑے گی۔ اگر ذرا سی بھی چوک ہوگئی تو ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی سیدھا سادا اسمگلنگ کا معاملہ نہیں ہے۔"

"اوہ... !" بلیک زیرو بولا۔ "اب پروگرام کیا ہے؟"

"جلد ہی بتاؤں گا..." عمران بولا۔

اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو نے ریسیور اٹھایا دوسری طرف سے جوزف کی آواز سن کر بلیک زیرو نے ریسیور عمران کی طرف بڑھا دیا اور خود کمرے سے نکل گیا۔

عمران ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ہلو۔"

"باس... !"

"کیا بات ہے؟"

"ادھر گھپلا ہو گیا ہے۔"

"کیا دونوں میں جوتم پیزار شروع ہوگئی!"

"نہیں... وہ دونوں ہاتھ پیر باندھ رہے ہیں!" جوزف گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ابے... شب دیجور کے بچے... پھر چرس پی لی ہے کیا! معموں میں بات کر رہا ہے۔" عمران نے دانت پیس کر کہا۔

"باس پہلے پوری بات سُن لو۔" جوزف دوسری طرف گڑگڑایا۔

"سنا... !"

"فلیٹ میں دو ریوالور بردار آدمی گھس آئے ہیں اور تمہارا پتہ پوچھ رہے تھے۔"

"پھر... ؟"

"اُن دونوں کو مار مار کر بے ہوش کر دیا ہے۔"

"ریوالور کو تو ہاتھ نہیں لگایا؟"

"نہیں باس! رومال میں لپیٹ کر رکھ دیا ہے۔ نشانات ضائع نہیں ہوں گے۔"

"شاباش...! اچھا ایسا کر... کیپٹن فیاض کو فون کر کے اس واردات کے متعلق بتا دے۔ اگر اسی کے آدمی ہوں گے تو سر پکڑ کر خود رو لے گا۔ اور اگر اس کے آدمی نہ ہوئے تو خود نپٹ لے گا۔ میں فی الحال ان سب کو نظر انداز کر دینا چاہتا ہوں۔ بے کار مہرے ہیں۔ وقت برباد ہو گا۔"

"اگر کپتان صاحب نہ ملیں تو؟"

"محلے کے تھانے میں فون کر دینا۔ جو آفیسر ڈیوٹی پر ہو اُسے پورا واقعہ بتا دینا۔ وہ خود لے جائے گا، اگر... الزام لُوٹ مار کا لگا دینا۔"

"او کے... باس! میں بھی نہیں چاہتا کہ یہ زیادہ دیر تک یہاں پڑے رہیں۔ کہیں اُن کے اور ساتھی نہ ہوں اور الٹا ہم پہ الزام لگا کر پولیس لے آئیں۔"

"دیکھ لے...! چرس چھوڑ کر کتنی عقلمندی کی باتیں کرنے لگا ہے۔ جلد ہی تجھے ایسے علاقے میں پہنچا دوں گا جہاں نسوار پہ لگ جائے گا۔" عمران چہکتا ہوا بولا۔

"تھینک یو... باس۔" جوزف خوش ہو کر بولا۔

"اور ہاں۔ دیکھ ظفر الملک اور جیمسن سے کہہ دے کہ وہ تیار رہیں۔ آدھی رات کے بعد تم تینوں کو فلیٹ چھوڑ دینا ہے۔"

ادھر عمران نے اپنی مہم کے لئے تیاریاں شروع کر دی تھیں... چھ آدمیوں کی گنجائش کا ایک چھوٹا سا خیمہ بندوین پہ بار کر دیا گیا تھا۔ خوردونوش کے سامان کے ساتھ ساتھ لومڑیوں کے شکار کا سامان بھی رکھ لیا گیا تھا۔ گیس ماسک اور آکسیجن کی تھیلیاں بھی موجود تھیں۔

عمران کی جیپ خاص قسم کی تھی جو ضرورت کے وقت اسلحہ خانہ کا بھی کام دے سکتی تھی۔

ٹرک نما وین کے دونوں طرف "ادارہ تحقیقات طبقات الارض" کا بینر چسپاں تھا۔

اس مہم میں عمران نے ظفر الملک، جیمسن اور جوزف کو ہی ساتھ لے لیا تھا۔ ٹیم کے باقی لوگ جہاں جہاں متعین تھے، ان کو بدستور وہیں رہنے دیا تھا۔ اور بلیک زیرو کو عمران نے پہلے ہی روانہ ہو جانے کی ہدایت کر دی تھی۔

جیمسن جیپ ڈرائیو کر رہا تھا اور عمران اُس کے برابر میں بیٹھا تھا۔ بندوین جوزف چلا رہا تھا اور ظفر الملک اس کے برابر والی سیٹ پہ براجمان تھا۔

اس طرح یہ قافلہ سپر ہائی وے سے گزرتا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

"کب تک اسی طرح چلتے رہیں گے یور میجسٹی؟" جیمسن نے عمران سے کہا۔

"معلوم نہیں!" عمران نے معصومیت سے کہا۔

"جب آپ کو بھی معلوم نہیں تو کیوں نہ یہیں پڑاؤ ڈال دیا جائے!" جیمسن نے مشورہ دیا۔

"اچھا تو پھر رُک جاؤ۔" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔

"یور ہائی نس! شاید آپ پہ سفر کا اثر کچھ زیادہ بہتر نہیں ہو رہا۔" جیمسن بولا۔

"برائے مہربانی قافیہ بندی کی کوشش نہ فرمایئے گا۔" عمران نے کہا۔

"آپ کے اندازے کے مطابق ابھی کتنا فاصلہ باقی ہے؟" جیمسن نے پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ پانچ یا چھ میل!" عمران نے کہا۔

"یعنی صرف پلکوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں۔"

"ٹھیک سمجھا آپ نے!" عمران نے چڑانے والے انداز میں کہا۔

اتنے میں جوزف نے اپنی گاڑی عمران کی سائیڈ پہ لگالی اور بولا "باس جلد سے جلد پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ آگے چٹانی راستہ شروع ہو رہا ہے۔ اگر راستے میں کچھ چٹانیں حائل ہوئیں تو یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ آسانی سے کیسے عبور کی جاسکتی ہیں۔"

"جوزف ٹھیک کہہ رہا ہے!" جیمسن رفتار تیز کرتا ہوا بولا۔ "اندھیرا پھیلنے میں اب زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ سورج غروب ہونے ہی والا ہے۔"

عمران کی آنکھوں میں تشویش کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔

جوزف نے اپنی وین آگے کرتے ہوئے کہا۔ "میں آگے چلوں گا باس! اگر کسی سے مڈبھیڑ ہوگئی تو بات بھی خود ہی کروں گا۔ یوں تو ہم سب ہی اعلیٰ قسم کے میک اپ میں ہیں۔ مگر باس تم اپنے لہجے کی وجہ سے پہچان لئے جاتے ہو۔"

"اب آگے بھی بڑھ... بڑا آیا مجھے سبق پڑھانے والا" عمران بگڑ کر بولا۔

دو میل بعد چٹانی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جوزف نے حتی الامکان جلد از جلد چٹانوں تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ اور ان کو عبور کرنے کے لئے جگہ بھی منتخب کرلی تھی۔

راستہ دشوار گذار ثابت ہو رہا تھا۔

عمران بڑے غور سے اپنے گردوپیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ چٹانیں زیادہ تر اندر سے کھوکھلی ہوں گی۔ اسی وجہ سے ان میں گذرگاہیں بنانا آسان ہوگئی تھیں۔

رات کی سیاہی گہری ہونے سے پہلے پہلے یہ لوگ اس بستی میں پہنچ گئے جو خیموں کی بستی کہلاتی تھی۔ اور جہاں زیادہ تر ماہی گیر آباد تھے۔

ان لوگوں نے بھی مناسب جگہ کا انتخاب کرکے اپنا خیمہ گاڑ لیا تھا اور دونوں

گاڑیاں خیمے کی پشت پر کھڑی کر دی تھیں۔

کسی نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔ جیسے خیمے گاڑتے چلے جانا یہاں کے لوگوں کا معمول رہا ہو اور ایک ایک، دو دو خیمے ضرورتاً گاڑتے گاڑتے خود بخود ایک بستی بن گئی ہو۔

بھوک شباب پر تھی... اور تھکن اضمحلال پیدا کر رہی تھی۔

"مجھے تو یہ جگہ بڑی شاداب لگ رہی ہے!" جیمسن بولا۔ "ہم اتنے دنوں سے صرف جھک مارتے رہے۔ آپ پہلے ہی اس طرف متوجہ کیوں نہ ہوئے؟"

"میں اب کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں!" عمران یک بیک سنجیدہ نظر آنے لگا۔

ظفر اور جوزف اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"ہم بڑی دشواریوں میں پڑ گئے ہیں۔ تم تصور نہیں کر سکتے۔"

"آخر کچھ بتایئے بھی!" ظفر نے پوچھا۔

"مجھے صرف ایک چیز کی تلاش یہاں کھینچ لائی ہے۔" عمران سنجیدگی سے بولا۔

"وہ کیا...؟"

"اسلحے کا ذخیرہ... میں سچ مچ جھک نہیں مارتا رہا ہوں۔ ساگر اور ضرغام کے ذریعے ہی معلوم ہوا تھا کہ اسلحے سے بھرے ہوئے ٹرک انہیں کبھی کبھی چار سو میل سے آگے بھی لے جانا پڑتے تھے۔ یقیناً بڑے پیمانے پر اسلحے کا ذخیرہ کہیں نہ کہیں ہو رہا ہے۔ اسے چھپانے کے لئے یہاں کا کچھ علاقہ نہایت موزوں ہے۔ اور اگر اسلحہ پورٹ خلیل سے ذخیرے تک پہنچایا جائے تو راستہ اور بھی کم ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک بڑی زبردست جھیل بھی ہے۔ جہاں بڑے بڑے اسٹیمر کھڑے رہ سکتے ہیں۔ اور وہ جھیل ماہی گیری کے کام بھی آتی ہے۔ ماہی گیروں کی پوری ایک بستی یہاں موجود ہے۔ خود سوچو... ان سے کس قسم کا کام لیا جاسکتا ہے۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے اندر مچھلیوں کے ڈھیر کے نیچے چھوٹے مگر انتہائی مہلک ہتھیار چھپا کر

کتنی آسانی سے ساحل تک لا سکتے ہیں۔"

"اوہ میرے خدا..." ظفر حیرت سے بولا۔ "اندرونی طور پر یہاں یہ ہو رہا ہے؟"

سب خاموش ہو کر اپنی اپنی جگہ کچھ سوچتے رہے تھے۔

بستی کی صبح بڑی خوشگوار تھی۔ سورج کی شعاعیں ہری بھری پہاڑیوں پر گویا پگھلا ہوا سونا لنڈھا رہی تھیں۔ ہوا کے خنک خنک جھونکے عجیب طرح کی خوشبوئیں فضا میں بکھیر رہے تھے۔

وہ چاروں خیمے سے نکل آئے تھے۔ عمران نے ایک ایسے پروفیسر کا میک اپ کر رکھا تھا۔ گویا وہ اپنے طالب علموں کو "طبقات الارض" کے بارے میں تحقیق کرانے اس علاقے میں آیا ہے۔ جوزف پر کوئی خاص میک اپ نہیں کیا تھا۔ صرف داڑھی کا اضافہ کر دیا تھا اور آنکھوں پر چشمہ لگوا دیا تھا۔

ظفر الملک اور جیمسن مؤدب طالب علم ہی لگ رہے تھے۔ انہوں نے سفید ایپرن پہن رکھے تھے اور ہاتھوں میں فائل لے لئے تھے۔ وہ پیدل ہی چل پڑے تھے۔ بستی کے لوگ انہیں یونہی رواروی میں دیکھتے اور قریب سے نکل جاتے۔ جیمسن نے ایک آدھ کو متوجہ کرنے کی کوشش کی تو عمران نے اُسے منع کر دیا۔

وہ دن بھر گھومتے رہے تھے۔

ایک جگہ رُک کر عمران جیمسن سے بولا۔ "یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم چاروں اکٹھے گھومیں، آؤ ہم تم کسی اور طرف نکل چلیں۔"

"بالکل... بالکل...!" جیمسن اُس کی بات سمجھتا ہوا بولا۔

وہ رُک گئے تو ظفر الملک اور جوزف آگے بڑھتے چلے گئے۔

"عمران نے جیمسن سے کہا۔ "ہم یہاں پکنک پر تو آئے نہیں ہیں، کیا خیال ہے تمہارا؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"خیر سنو! ہمیں کیا کرنا ہے... یعنی مجھے اور تمہیں! آج رات ان دونوں کو ہم خیمے میں سوتا چھوڑ جائیں گے۔ تلاش کا آغاز خیمے کے آس پاس سے ہی کریں گے۔"

"اگر رات کو یہاں پہرہ لگایا جاتا ہو۔ تب؟ کل رات کی تو ہمیں خبر ہی نہیں!" جیمسن پرتشویش لہجے میں بولا۔

"یہ سب مجھ پر چھوڑ دو... تمہیں بس رات کو تیار رہنا ہے۔"

"بہت بہتر..." جیمسن بڑی سعادت مندی سے بولا۔

"اچھا... بس اب چلو... مجھے یقین ہے کہ ہم اسلحے کا ذخیرہ دریافت کرلیں گے۔ جہاں ہمارا خیمہ ہے اس کی پشت پر بکھری ہوئی چٹانیں بہت کچھ کہتی معلوم ہو رہی ہیں۔"

وہ دونوں پھر بستی کی طرف چل پڑے۔ جوزف اور ظفر الملک کسی بات پر الجھتے الجھتے ان سے پہلے ہی بستی میں داخل ہو گئے تھے۔

آج رات مطلع ابر آلود نہیں تھا۔ چاروں طرف شفاف چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ جیمسن اور عمران لومڑی کے شکاریوں کے میک اپ میں تھے۔ عمران نے "ماہر طبقات الارض" کا لبادہ اُتار کر ایسا میک اپ کر لیا تھا جیسے کہ اکثر سیزن پر آنے والے لومڑیوں کے شکاریوں کا ہوتا ہے۔ کچھ تبدیلی جیمسن کے چہرے میں بھی پیدا کر دی تھی۔

ظفر الملک اور جوزف کے خراٹوں کی آواز سُن کر دونوں خاموشی سے باہر آ گئے اور پھر چٹانوں کے ایک سلسلے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

آدھ گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد عمران ایک جگہ رک گیا۔ "میں یہاں کے نقشے کے ذریعے چٹانوں کی بناوٹ اور اُن کے سلسلے میں کافی حد تک سمجھ گیا ہوں۔" عمران نے کہا۔ "میں تمہیں وہ جگہ دکھاتا ہوں جہاں سے ہمیں یہ پہاڑی عبور کرنا ہے۔" یہ کہہ کر عمران نے ٹارچ روشن کر لی اور روشنی کا محدود دائرہ داہنی جانب رینگ گیا۔ یہ کسی غار کا دہانہ تھا۔

اچانک عمران نے ٹارچ بجھا دی... اُس نے کسی قسم کی آواز پر ہی ٹارچ بجھائی تھی۔ "بیٹھ جاؤ..." عمران آہستہ سے بولا۔ اور وہ دونوں غار کے دہانے پر ہی بیٹھ گئے۔

احتیاط کے باوجود بھی شاید وہ دیکھ لئے گئے تھے۔

دفعتہً تھوڑے ہی فاصلے پر سے کسی نے چیخ کر کہا۔ "کون...؟ سامنے آؤ، ورنہ چلاتا ہوں گولی۔"

عمران فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ لوگ کون ہو سکتے ہیں۔ مگر چھپنا بھی بیکار تھا۔ لہٰذا وہ بھی بھاری بھر کم آواز میں تڑخ کر بولا۔ "تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے۔"

"رینجرز...!"

"میں لومڑیوں کا شکاری ہوں... اجازت نامہ ہے میرے پاس!" عمران نے جواب دیا۔

"اِدھر شکار نہیں ہے۔"

"ہم تلاش کر لیں گے... نہ ہوا تو واپس چلے جائیں گے۔" عمران بولا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ عمران نے مدھم چاندنی میں دیکھ لیا تھا کہ وہ تعداد میں چار ہیں۔ آگے اُن کا سرغنہ تھا۔ اور صرف اسی کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی باقی خالی ہاتھ تھے۔

عمران کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ یہ لوگ رینجر نہیں ہو سکتے۔ تو کیا ان چٹانوں پر پہرہ ہے؟

عمران ایک بڑے سے پتھر کی آڑ لیتا ہوا آگے بڑھا تھا۔ جیمسن نے بھی رائفل سنبھال لی تھی۔ اور پھر یہ دونوں اچانک ہی اُن چاروں کے سامنے رائفل تانے پہنچ گئے۔

"چاروں اپنے ہاتھ سروں سے بلند کر لو۔" عمران کڑک کر بولا۔ "ہلے اور مارے گئے۔"

جیمسن نے بھی اُن چاروں کی طرف رائفل تان لی۔ اُن چاروں میں سے تین نے ہاتھ اوپر اُٹھا دیئے لیکن اُن کا سرغنہ یونہی سینہ تانے کھڑا اس طرح اُن کو گھور رہا تھا گویا اُن کے ہاتھ میں رائفل نہیں کھلونے ہوں اور ان کی دھمکی سے محظوظ ہو رہا ہو۔

"اے... تم بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ، اور رائفل ایک طرف ڈال دو۔" جیمسن نے رائفل سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

لیکن اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔

اچانک اُن تینوں کو نہ جانے کیا ہوا کہ جھپٹ کر جیمسن سے لپٹ گئے۔ گھبراہٹ میں جیمسن فائر بھی نہ کر سکا۔ اور عمران اُچھل کر ایک طرف کو دوڑا۔ اسی کے پیچھے ان چاروں کا سرغنہ بھی دوڑ پڑا اور یہی اس کی غلطی تھی۔ عمران پینترا بدل کر ایک دم پلٹا تھا اور اس نے گھما کر رائفل جو ماری تو حملہ آور کے سر پر پڑی۔ ٹامی گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ عمران نے اُچک کر اُس کی ٹامی گن اٹھائی اور اُسی گن کا دستہ اس آدمی کے سر پر ایک بار اور رسید کر دیا۔ حملہ آور یہ چوٹ نہ سہہ سکا اور ایک طرف کو لڑھک کر بے حس و حرکت ہو گیا۔

عمران اُسے چھوڑ کر اُن تینوں کی طرف جھپٹا جو جیمسن پر پلے پڑے تھے جیمسن کافی پٹ چکا تھا۔ مگر وہ لوگ اُس سے رائفل نہیں چھین سکے تھے۔

عمران نے جما جما کر ان کے ایسی جگہوں پر ضربیں لگائیں کہ وہ فوری طور پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر اس نے جیمسن سے کہا۔ "شکار کے تھیلے میں

ڈور کی لچھی ہے، نکال لو۔"

جیمسن ریشم کی ڈور کا لچھا لے کر پھر اُسی طرف پلٹ آیا۔ پھر دونوں نے اُن چاروں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ عمران سرغنہ کو بھی کھینچ کر ان تینوں کے قریب ہی لے آیا تھا۔

"اب تم یہیں ٹھہرو۔ میں اس غار کو اندر سے دیکھتا ہوں۔"

پانچ منٹ بھی نہیں لگے کہ عمران غار کے اندر سے نکل آیا اور جیمسن سے بولا "چلو! ان چاروں کو اٹھا کر غار میں پہنچانا ہے۔ غار کے اندر ایسا سامان موجود ہے جس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ کسی کا مسکن ہے۔"

"انہی لوگوں کا مسکن ہو سکتا ہے۔" جیمسن بولا۔

وہ چاروں غار میں پہنچا دیئے گئے۔ انہیں ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ وہاں پائے جانے والے سامان میں کچھ موم بتیاں بھی تھیں جنہیں فوراً روشن کر دیا گیا۔

موم بتیوں کی روشنی میں عمران نے غار کا جائزہ لیا۔

جو اُن کا سرغنہ تھا اُس کے جسم میں جنبش ہوئی تھی۔ وہ خاکی پتلون اور خاکی قمیض پہنے ہوئے تھا۔ خدوخال کے اعتبار سے چاروں مقامی ہی لگتے تھے۔ اس کی تصدیق ان کے لہجے سے بھی ہو گئی۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ لیکن ہاتھ پیر بندھے ہونے کی وجہ سے خاموش پڑا قہر آلود نظروں سے عمران کو گھورتا رہا جو بندروں کی طرح زمین پر اکڑوں بیٹھا اس کی طرف متوجہ تھا۔

"شکاریوں کی بددعا لینے کا مزا چکھ لیا تم نے؟" عمران نے اُسے چڑھانے والے انداز میں مخاطب کیا۔

"تم کون ہو...؟" وہ دانت پیس کر بولا۔

"جنت سے نکالا ہوا آدمی!" عمران نے معصومیت سے جواب دیا۔

سرغنہ عمران کو قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ شاید اس کا سر کہیں سے کھل گیا تھا۔ کیونکہ خون رِس رِس کر اُس کے چہرے پر آ رہا تھا۔ جیمسن نے وہیں پڑے ہوئے ایک کپڑے سے اُس کا چہرہ صاف کرنا شروع کر دیا۔

اچانک سرغنہ بولا۔ "تم کوئی بھی ہو۔ مگر اس غار سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔"

"ہم اوپر چڑھ کر پار اُتر جائیں گے۔"

"اگر ایسا کرو گے تو تمہیں فوراً گولی مار دی جائے گی۔"

"مگر کیوں...؟"

"یہ علاقہ ہمارا ہے...!" سرغنہ نے جواب دیا

"مگر ملک سے باہر تو نہیں۔ اور اگر تم یہ بتا دو کہ خود تم کون ہو تو تمہارے حق میں اچھا ہی ہو گا کیونکہ رینجر والا بہانہ چلا نہیں۔"

"تم شکاری نہیں ہو... بلکہ اول درجے کے احمق معلوم ہوتے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہو۔" سرغنہ دانت پیس کر بولا۔

"اور تم جانتے ہو کہ کیا کر رہے ہو؟" عمران دیدے نچا کر بولا۔

"یور ہائی نس...! یہ وقت ضائع کر رہا ہے۔ شاید اس کے کچھ اور مددگار بھی ہوں... کیوں نہ ہم ان کو مار کر غار کے دوسرے دہانے سے نکل جائیں۔" جیمسن بالآخر بولا۔

"ہمیں غار کا دوسرا دہانہ بتا دو۔ تاکہ ہم اندر اندر چٹانوں کے اُس پار پہنچ جائیں۔" عمران نے کہا۔

"بہت خوب... ہم اسی لئے تو یہاں متعین ہیں کہ کوئی چٹانوں کے اس پار نہ جا پائے تو اُسے اندر سے جانے کا راستہ بتا دیں۔" سرغنہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"یور ہائی نس... تھرڈ ڈگری آزمایئے۔ چیں بول جائے گا۔" جیمسن

نے مشورہ دیا۔

"کوشش کر کے دیکھ لو۔ جب تمہارا تشدد حد سے گذر جائے گا تو ہم مر جائیں گے اور ہماری لاشوں کے سوا کچھ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔" سرغنہ لاپرواہی سے بولا۔

"کیا سمجھتے ہو؟ تمہارے وہ آقا تمہارے جان کے محافظ ہیں جن کے مفاد کے لئے تم اپنی جان کی بازی لگا رہے ہو؟" اچانک عمران نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"نہیں۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ اپنوں کی اقتصادی گرفت سے نکلنے کے لئے ہم اُن پر اعتماد کر سکتے ہیں۔" پھر اچانک اُس کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔

عمران نے مسکرا کر اُس کی جانب دیکھا۔

"تو تم بین الاقوامی بلیک میلرز کے ہتھے چڑھ گئے ہو۔"

"ان کے بارے میں عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے۔ مگر میں اس حد تک متفق نہیں ہوں۔" سرغنہ نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہارے متفق ہونے نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے؟" جیمسن بولا۔

"خیر... ہم تم سب کو مار کر نکل جائیں گے۔ اگر یہ بتا دو کہ کس کے لیے کام کر رہے ہو تو جان بخشی ہو سکتی ہے۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"انسانیت کے لئے!" سرغنہ بولا۔

"اچھا تو پھر میں انسانیت کا گلا گھونٹ رہا ہوں!" عمران نے اُس کی گردن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یور ہائی نس!" جیمسن ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہ اس طرح کچھ نہیں بتائیں گے کیوں نہ میں ان سب کو شوٹ کر دوں؟"

سرغنہ نے ایک وحشت ناک قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر تک ہنستا رہا اور پھر بولا۔ "پہلے رائفل کا بوجھ اٹھانے کے قابل تو ہو جاؤ"۔

جیمسن اس کی چوٹ پر تلملا کر رہ گیا تھا۔ ٹھیک اسی وقت باہر ایک دھماکا ہوا۔

عمران نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر سرغنہ کی کنپٹی پہ زور سے رائفل کا دستہ رسید کیا تھا اور وہ ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔

جیمسن نے بڑھ کر موم بتیاں بجھا دی تھیں۔

عمران اندھیرے میں جیمسن کا ہاتھ پکڑ کر غار کے دوسرے دہانے کی طرف دوڑ پڑا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ یہ غار کہیں نہ کہیں ختم ضرور ہو گا۔

وہ تاریکیوں کی دلدل میں ڈوبتا ہی چلا جا رہا تھا۔ غار آگے جا کر تنگ ہو گیا... اور رفتہ رفتہ سُرنگ میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔

"کیا آپ کے پاس ٹارچ ہے؟" جیمسن نے سرگوشی کی۔

"اپنا شکاری تھیلا ساتھ لانا نہیں بھولا ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔ "مگر ٹارچ روشن کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ نہ جانے یہ سُرنگ کہاں جا کر ختم ہو، یا غار کے اندر کوئی دوسرا غار موجود ہو"

"بڑے پھنسے...!" جیمسن کراہا۔

"رسک تو لینا ہی پڑے گا۔" عمران نے جواب دیا۔

غار کی اونچائی بس اتنی ہی تھی کہ وہ سیدھے چل سکتے تھے۔ کافی دیر تک چلنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جس کی تعمیر میں انسانی ہاتھوں کو زیادہ دخل نہ تھا۔ یہ سُرنگ نما غار کا دہانہ تھا جس پر باہر سے ایک جھکی ہوئی چٹان سایہ کئے ہوئے تھی۔

ہوا کا ایک خوشگوار جھونکا ان کے چہروں سے ٹکرایا... اور پھر

عمران نے جیمسن کی کمر نہ پکڑ لی ہوتی تو اس وقت جیمسن کی ہڈیاں بھی سرمہ بن گئی ہوتیں۔

سرنگ اوپر اٹھتی چلی گئی تھی۔ دونوں کو گھبراہٹ میں احساس ہی نہ ہو سکا کہ اوپر کی جانب جا رہے ہیں۔ اب غار کا دہانہ ایک چٹان پر جا کر کھلا تھا۔

جیمسن نے آدھا دھڑ دہانے سے نکال کر نیچے دیکھا تو اُس کی روح فنا ہو گئی۔ ایک قدم بھی آگے بڑھ جاتا تو سیدھا نیچے ہی جاتا۔

"کیا خیال ہے؟" عمران نے سرگوشی کی۔

"مرنا ہی ہے تو پھر اندیشے کیسے؟ لگاؤں چھلانگ؟" جیمسن نے جواب دیا۔

"واپس چلو! پھر دیکھیں گے۔" عمران نے کہا۔

عمران واپسی کے لئے حرکت میں آیا ہی تھا کہ اندھیرے میں کسی چیز سے ٹکرایا اور گرتے گرتے بچا۔ اُس نے جیمسن کو اپنی طرف کھینچا اور زمین پر بیٹھ کر اُس چیز کو ٹٹولنے لگا جس سے ٹھوکر لگی تھی۔

"اوہ...!" ایک دم اُس کی زبان سے نکلا۔

"کیا ہے؟" جیمسن نے بے چینی سے پوچھا۔

"جسم... انسانی جسم!" عمران نے جواب دیا۔

"ٹھنڈا ہے یا گرم؟" جیمسن نے سرگوشی کی۔

"گرم ہے... اور ہے بھی کسی عورت کا..."

"اُف میرے خدا..."

"شاید بے ہوش ہے۔"

"کیا اٹھا کر لے چلیں گے؟" جیمسن نے حیرت سے سوال کیا۔

"ہاں...!" انسانی جسم کو یوں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

عمران نے اُس بے ہوش جسم کو کاندھے پر ڈال لیا اور ٹٹول ٹٹول کر پھر سرنگ کے راستے ہی غار کی طرف واپسی ہوئی تھی۔

عمران غار میں واپس آیا تو ابھی تک وہ چاروں بے ہوش پڑے تھے۔ گویا غار میں کسی نے قدم نہیں رکھا تھا۔

عمران، جیمسن اور بے ہوش جسم سمیت غار سے باہر آ گیا... اور بے ہوش جسم کو ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں رکھ دیا۔

مصیبت یہ تھی کہ چاندنی کھلی پڑی تھی۔ بے ہوش جسم کو کاندھے پر ڈال کر خیمے تک پہنچنا مشکل تھا اور اُس کے ہوش میں آنے تک کا انتظار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہی خدشہ تھا کہ نہ جانے کس وقت کچھ اور لوگ انہیں آ کر گھیر لیں۔

تن بہ تقدیر دونوں نے یہی طے کیا کہ اسی حالت میں عورت کو کھڑا کر دیا جائے اور دونوں بازوؤں میں ہاتھ ڈال کر کسی نہ کسی طرح کھینچتے ہوئے خیمے تک لے جایا جائے۔ اگر کسی نے روک کر پوچھا تو بہانہ کر دیں گے کہ طبیعت خراب ہے۔

دونوں نے ایسا ہی کیا اور اس بے ہوش جسم کو خیمے تک لانے میں کامیاب ہو گئے۔

اُس کی آنکھ کھلی تو اُس نے خود کو ایک خیمے میں پایا۔ بوکھلا کر اُٹھ بیٹھی۔ خوف سے چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔

اس کے دل کی دھڑکن کچھ اور تیز ہو گئی تھی۔ چند لمحے

بے حس و حرکت بیٹھی رہی پھر پھٹی پھٹی نظروں سے اُن چاروں کو دیکھنے لگی۔ جن میں ایک سیاہ فام نیگرو بھی موجود تھا۔

وہ چاروں اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

لڑکی کے چہرے پر حد درجے نقاہت طاری تھی۔

"تت ... تت ... کون ہو تم لوگ" لڑکی خوف زدہ آواز میں بولی۔

"دوست!" عمران نے مختصر سا جواب دیا۔

"دوست؟" اس نے بے یقینی کے ساتھ دہرایا۔ "کیا تم لوگ اس کے آدمی نہیں ہو؟"

"کس کے؟" عمران نے سوال کیا۔

"جو مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے!" لڑکی ہونٹوں پہ زبان پھیر کر بولی۔

"ہم تو کسی کے بھی آدمی نہیں ... بس یونہی ہیں ..... خواہ مخواہ ہیں" جیمسن بولے بغیر نہ رہ سکا۔

عمران نے اُسے گھور کر دیکھا اور لڑکی سے بولا۔ "میں علم طبقات الارض کا پروفیسر ہوں اور یہ میرے اسٹوڈنٹ ہیں۔ ہم لوگ یہاں کچھ ریسرچ کرنے آئے ہیں"۔

"اوہ ...!" لڑکی نے اطمینان کی طویل سانس لی۔

"ہم زمین کے طبق گننے نکلے تھے کہ تم ہمیں ایک جگہ بے ہوش پڑی مل گئیں اور ہم تمہیں اُٹھا کر یہاں لے آئے۔ باقی تم خود اپنے بارے میں بتا دو کہ اتنی دور جا کر کیوں بے ہوش ہو گئی تھیں" جیمسن نے کہا۔

لڑکی کچھ دیر خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے مگر ہچکچا رہی ہے۔

"تم بے فکر ہو کر اپنی رُوداد سنا دو۔ اگر راز داری چاہتی ہو تو تمہاری ہر بات ہم تک محدود رہے گی۔" ظفر الملک بولا۔

"تو تمہارا تعلق اُن لوگوں سے نہیں ہے؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"ہم نے بتایا نا کہ ہم سب سے لاتعلق ہیں!" عمران بولا۔ "تمہیں کون مار ڈالنا چاہتا ہے؟ اگر مناسب سمجھو تو بتا دو ممکن ہے ہم تمہاری کچھ مدد کر سکیں"۔

"وہ لوگ بے حد خطرناک ہیں۔ اتفاقیہ طور پر میں ان کے ایک بہت بڑے راز سے واقف ہو گئی ہوں اور وہ اس بات سے آگاہ ہو گئے ہیں کہ میں اُن کا راز جان گئی ہوں وہ مجھے شکاری کتوں کی طرح ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے"۔ لڑکی پُر تشویش لہجے میں بولی۔

"چاہو تو ہمیں بھی اُس راز میں شامل کر لو۔" عمران نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "ٹھہرو پہلے ناشتہ کر لو۔ جب حواس بجا ہو جائیں۔ تب بات کرنا۔ تم بھوک سے نڈھال ہو رہی ہو"۔

جوزف نے عمران کا اشارہ پا کر ناشتے کی ٹرے اٹھائی اور لڑکی کے سامنے رکھ دی لڑکی ناشتے پر ٹوٹ پڑی۔

"تین دن سے کچھ نہیں کھایا ..." لڑکی بولی۔ "جان

بچانے کے لئے ایک غار میں گھس گئی تھی ۔ لیکن وہ غار آگے چل کر سرنگ ثابت ہوا ۔ اس لئے کمزوری اور بھوک سے نڈھال ہو کر وہیں گر پڑی ... بعد کی مجھ کو کچھ خبر نہیں ... ہوش میں آئی تو خود کو یہاں پایا ... کیا میں سرنگ کے باہر ملی تھی ؟ "

" تم ہمیں اسی سرنگ میں ملی تھیں جس کا ذکر کر رہی ہو ۔ ہم سروے کرنے کے لئے اُس غار میں جا گھسے تھے ۔ غار کے دوسرے دہانے تک جانے کا ارادہ تھا مگر تم نظر آگئیں ، تو آگے بڑھنے کا ارادہ ملتوی کر کے تمہیں یہاں اٹھا لائے ۔ " جیمسن نے وضاحت کی ۔

لڑکی ناشتہ ختم کر چکی تھی اور اس کا چہرہ کسی قدر تر و تازہ نظر آ رہا تھا ۔ وہ عمران کی طرف دیکھ کر بولی ۔ " پروفیسر ! تم ایک ذمّہ دار آدمی ہو ۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنی کہانی تمہیں سنا دوں تاکہ میرے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے ۔ "

" ضرور ... ضرور ... " عمران نے اس کی طرف پروفیسرانہ انداز میں متوجّہ ہو کر کہا ۔

" میں ایک ایسے شخص کی بیوی ہوں جو سابق حکومت کے زمانے میں نیوی کا آفیسر رہ چکا ہے ۔ کچھ ذاتی اختلافات کی بناء پہ اُس نے استعفیٰ دیدیا تھا ۔ اور اَب وہ ایک بحری جہاز پہ ریڈیو آپریٹر ہے ۔ "

" کیا نام ہے تمہارے شوہر کا ؟ " عمران نے سوال کیا ۔

" بہرام کاؤس ... ! "

عمران یہ نام سن کر چونک پڑا ۔ اچانک اسے باسط رشید

کے مرتے وقت کے الفاظ یاد آگئے ۔ اس نے " کاؤس " ہی کہا تھا ۔

" آگے کیا ہوا ؟ " عمران نے سوال کیا ۔

" میرا نام زہرہ کاؤس ہے ! ہم لوگ خاصی پُر سکون زندگی گزار رہے تھے ۔ میرا اور کاؤس کا مشترکہ کاروبار تھا ۔ مجھے اپنے باپ کی طرف سے خاصی دولت ملی تھی ۔ میں نے کاؤس کے ساتھ مل کر خام مال کی تجارت شروع کر دی ہمارا مال زیادہ تر انگلستان جاتا تھا ۔ بڑے مزے میں زندگی گذر رہی تھی ۔ میں ہر سفر میں کاؤس کے ساتھ ہوتی تھی ۔ اور ہم زیادہ تر بحری سفر کیا کرتے تھے ۔ اچانک ایسا ہوا کہ کاؤس کی ملاقات ، کسی تقریب میں ایک ایسے سیاسی لیڈر سے ہوئی جو سابق حکومت کی ناک کا بال سمجھا جاتا تھا مگر کمینی خصلت ہونے کی وجہ سے جلد ہی سابق حکومت کا معتوب ٹھہرا ۔ وہ اپنی حکومت کا تختہ الٹ کر برسرِ اقتدار آنا چاہتا تھا لیکن اس کی یہ سازش کھل گئی ۔ وہ راتوں رات یہاں سے فرار ہو گیا ۔ موجودہ حکومت کا بھی وفادار نہیں تھا ۔ اس لئے ملک میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا کاؤس کے ساتھ اس کی پرانی یاد اللہ تھی ۔ رفتہ رفتہ دونوں کے تعلقات وسیع ہونے لگے ۔ یہاں تک کہ اُس کے کہنے پہ کاؤس نے ایک بحری جہاز " شرگل " پہ ریڈیو آپریٹر کی حیثیت سے ملازمت کر لی ۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ وہ اسی سیاسی لیڈر کا اور اپنا خام مال یہاں پہنچاتا ہے اور دونوں تجارت میں حصے دار ہیں ۔ " لڑکی خاموش ہو کر عمران کو دیکھنے لگی ۔

بحری جہاز "سٹرگل" کا نام سن کر عمران کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔

"تمہارے لیے تو اس میں کوئی تشویش کی بات نہیں لگتی" عمران نے کہا۔

"وہی بتانے جا رہی ہوں۔" لڑکی تھوک نگل کر بولی۔ "کچھ دنوں سے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ کاؤس سفر کے دوران مجھے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا۔ کھل کر کہتا بھی نہیں تھا لیکن ایک روز کہنے لگا کہ میں گھر پہ ہی رہا کروں۔ بحری سفر اب وہ تنہا ہی کیا کرے گا۔ یہ بات اس نے اس وقت کہی تھی جب ہم انگلستان سے خام مال لاد کر لا رہے تھے۔ اور ابھی اپنے ملک سے دور کھلے پانیوں میں تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ بحری جہاز کو تو وہیں کھلے سمندر میں چھوڑ دیا جاتا تھا اور سامان اسٹیمر کے ذریعے پورٹ تک لایا جاتا تھا۔ کیونکہ ابھی پورٹ زیر تعمیر ہے اس لئے بڑے بڑے جہازوں کو دور ہی کھڑا کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک مخصوص اسٹیمر جھیل "بکیراں" میں کھڑا رہتا ہے۔ اسی پہ خام مال بار کر کے لایا جاتا ہے۔ ایک رات میں جہاز پہ اپنے کیبن میں سو رہی تھی کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ کاؤس شاید انجن روم میں تھا۔ میرے دل میں نہ جانے کیا آئی کہ میں اٹھ کر کاؤس کی طرف چلدی۔ انجن روم کا دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ اندر کاؤس ایک آدمی کے ساتھ موجود تھا۔ اس شخص کی پشت دروازے کی جانب تھی لہٰذا میں اس کا چہرہ نہ دیکھ سکی۔ مگر ان دونوں کی گفتگو بہ آسانی سن سکتی تھی۔ مجھے ان کی باتوں سے کچھ شبہ ہوا تو میں انجن روم میں جانے کی بجائے باہر

ہی رک کر ان کی گفتگو سننے لگی۔ یہ دھڑکا بھی تھا کہ کہیں کوئی آ نہ جائے اور مجھے انجن روم کے دروازے پہ چوروں کی طرح کھڑا نہ دیکھ لے۔ ان کی گفتگو سن کر میرے ہوش اڑ گئے۔ مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ کاؤس میری موجودگی کیوں ناپسند کرنے لگا ہے۔ اور خام مال کی شکل میں اندرونی طور پہ کیا بزنس ہو رہا ہے۔" لڑکی ایک دم خاموش ہو گئی۔

"کیا بزنس ہو رہا ہے؟" عمران نے سوال کیا۔

"کچھ بین الاقوامی قسم کے ٹھگ اسلحہ اسمگل کر کے یہاں بھیج رہے ہیں۔ اور یہاں سے اسمگل کر کے کسی اور پس ماندہ ملک کو پہنچا رہے ہیں۔"

"اوہ۔۔۔" عمران نے دیدے نچائے۔

"تب مجھے پتہ چلا کہ میرا شوہر در حقیقت کیا کر رہا ہے۔ وہ ملک سے غداری کر رہا تھا۔ اس سیاسی لیڈر نے ہی اسے غداری کی راہ پہ لگایا تھا۔"

"تم اس پہ غداری کا الزام کیسے لگا رہی ہو؟" ظفر نے سوال کیا۔

"اسلحہ کی اسمگلنگ منہ دیکھنے کے لئے نہیں ہوتی۔ ملک میں مسلح بغاوت کی تیاریاں نہیں تو کیا ہو! کاؤس اس میں حصہ نہیں لے رہا؟" لڑکی نے متفکر ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ یہ تو ہے!" عمران نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ سیاسی لیڈر بھی کسی کا ایجنٹ ہے۔ خود اپنے بل بوتے پہ اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا

بس یوں سمجھ لو کہ کوئی بڑی طاقت اپنے ایجنٹوں کو برسرِ اقتدار دیکھنا چاہتی ہے۔" لڑکی نے سر ہلا کر کہا۔

"لڑکی! تم تو میرے ذہن کی کھڑکیاں کھولے دے رہی ہو۔" عمران نے پروفیسرانہ انداز میں حیرت سے کہا۔

لڑکی خاموش رہ کر اپنی انگلیوں اور ناخنوں کو دیکھتی رہی

"تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تمہاری جان خطرے میں کیوں تھی؟" اچانک عمران نے سوال کیا۔

"پورٹ پہ ایک بہت اچھا ہوٹل ہے۔ کاؤس جب تک یہاں رہتا ہے، ہم لوگ ہوٹل ہی میں قیام کرتے ہیں، ہمارے لئے ہمیشہ دو کمرے ریزرو رہتے ہیں۔ ایک کمرہ اُس کا اور دوسرا میرا۔ دونوں کو ایک ہی باتھ روم ملاتا ہے۔ میں چونکہ کاؤس کی طرف سے مشتبہ ہو چکی تھی۔ لہٰذا ہر وقت لرزہ میں رہنے لگی۔ آج سے چار روز پہلے کا واقعہ ہے کہ کاؤس کے کمرے میں ایک شخص اُس سے ملنے آیا۔ میری غلطی یہ تھی کہ میں بیرونی دروازے پہ کان لگا کر اُن کی باتیں سننے لگی۔ میرا خیال ڈریسنگ ٹیبل کی طرف نہیں گیا۔ اچانک کھلے دروازے کی درز میں سے میری نظر ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے پہ پڑی تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ کیونکہ آنے والا، آئینے میں، صاف دیکھ رہا تھا۔ میں خوفزدہ ہو گئی اور بھاگ کھڑی ہوئی۔"

"حماقت تھی! تم کاؤس کی بیوی تھیں۔ دروازہ کھٹکھٹا کر اندر جا سکتی تھیں۔" ظفرالملک نے کہا۔

"بس فوری طور پہ خوف غالب آ گیا۔ اکثر سنا تھا کہ ایسے

لوگ اپنے راز فاش ہو جانے کے خوف سے قتل کرنے سے بھی باز نہیں رہتے... اور میں ان کے راز سے واقف ہو گئی تھی وہ یقیناً مجھے مار ڈالتے اور کاؤس کو خبر بھی نہ ہوتی۔ اسی لئے میں بھاگ کھڑی ہوئی اور پھر چار دن تک چھپتی پھرتی رہی یہاں تک کہ تم لوگ مجھے اٹھا لائے۔" لڑکی خاموش ہو کر ہانپنے لگی۔

"میری مدد کرو اچھے آدمی۔ مجھے حکومت کے پاس لے چلو۔ ورنہ پورا ملک کسی نہ کسی آفت کی لپیٹ میں آ جائے گا۔" لڑکی نے کچھ دیر بعد عمران سے کہا۔

"گھبراؤ مت!" عمران نے اُسے تسلی دی۔ "پہلے میں اپنے طور پہ اس معاملے کو دیکھوں گا۔"

"ہاں... باس! یہ اپنے ہی مطلب کی کہانی ہے۔" جوزف خوش ہو کر بولا۔

"تم...؟" وہ حیرت سے بولی۔ "تم کیا دیکھو گے...؟"

"یہی کہ وہ کتنے فی صد غدار بن چکا ہے اور کتنے فی صد باقی بچا ہے۔" عمران نے کہا۔

"پھر...؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"جتنا باقی رہ گیا ہوگا مار پیٹ کر سو فی صد کر لوں گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟" لڑکی نے بے اعتباری سے پوچھا۔

"بس ہم چار ہیں... اور اب ایک تم بھی شامل ہو گئی ہو!"

عمران نے معصومیت سے جواب دیا۔

"بیدردی سے مار ڈالے جاؤ گے۔ تم نہیں جانتے کہ وہ لوگ کیسے ہیں۔ جو حکومت سے ٹکر لینے کا پروگرام بنا رہے ہیں ان کے سامنے تم چاروں کی کیا حقیقت ہے۔"

"دیکھا جائے گا!" عمران لاپرواہی سے بولا۔ "یہ بتاؤ... اسٹیمر کا عملہ کتنے افراد پر مشتمل ہے۔"

"کاؤس سمیت دس افراد ہیں۔"

"وہ تو شاید ماہی گیری کا اسٹیمر ہے!"

"بظاہر ایسا ہی ہے... مگر وہ اسٹیمر نہیں... جہنم ہے۔ وقت پڑنے پر ایک جنگی جہاز میں بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔ کئی ہلکی توپیں اس پر موجود ہیں۔"

"کوئی بات نہیں... کچھ نہ کچھ کر ہی لیں گے!" عمران نے اپنی پروفیسرانہ شان میں کہا۔

"اپنی جانیں خواہ مخواہ خطرے میں نہ ڈالو۔ مجھے صرف حکومت کے ذمہ دار لوگوں تک پہنچا دو۔"

"ہماری پرواہ نہ کرو۔ تم ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہو یا کہیں اور جانا چاہتی ہو۔"

"تم لوگ بہت اچھے ہو۔ فی الحال میں تمہارے ساتھ ہی رہنا پسند کروں گی مگر اس سے تم لوگوں کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔ وہ مجھے شکاری کتوں کی طرح ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔ تم لوگ مجھے اُن سے نہیں بچا سکو گے۔" زہرہ کاؤس پُر تشویش لہجے میں بولی۔

---

"تم ایک کھلی حقیقت کو جھٹلا رہی ہو۔ ارے ہم تمہیں اُن سے بچا کر ہی آئے ہیں۔" جیمسن ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"اگر تمہاری شکل تبدیل کر دی جائے تو کیسا رہے گا؟" عمران نے کہا۔

"وہ بھلا کیسے!" زہرہ کاؤس نے حیرت سے پوچھا۔

"ارے میں صرف پروفیسر ہی نہیں ہوں۔ ایک ماہر میک اپ مین بھی ہوں۔ تمہیں بھی اپنے شاگردوں میں شامل کر لوں گا۔ کوئی مائی کا لال جو پہچان جائے۔ خود تمہارا شوہر تمہیں نہیں پہچان سکے گا۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔" زہرہ کاؤس بولی۔ "اب میں خود بھی تم لوگوں کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کاؤس کس حد تک غدار ہے۔ اگر وہ واقعی غدار ثابت ہوا تو میں اپنے ہاتھ سے اُس کو گولی مار دوں گی۔"

"شاباش ممی! تم ایک شیر دل خاتون ہو۔ تم ہمارے ساتھ رہو گی۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔" جوزف سینہ ٹھونک کر بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔ جو تمہارا دل چاہے اس سلسلے میں کرو۔ مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں۔ اگر وطن کو بچانے کے کام آ جائے تو اور کیا چاہیے۔ فکر صرف تم لوگوں کی ہے کہ میری وجہ سے کسی آفت کا شکار نہ ہو جاؤ۔" زہرہ نے جوزف کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بس بس... تم فکر نہ کرو..." عمران بولا۔ "چاہو تو اور

آرام کر سکتی ہو۔ شام کو ہم "طبقات الارض" کی تحقیق کے سلسلے میں ساحلی ہوٹل تک جائیں گے۔ کیا نام ہے اس ہوٹل کا....؟"

"ہوٹل، برائٹ اسٹار" لڑکی آہستہ سے بولی اور گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

عمران اُن سب کو خیمے میں چھوڑ کر اکیلا ہی نکل کھڑا ہوا تھا۔ جوزف نے احتجاج بھی کیا تھا کہ وہ اُسے ساتھ رکھے مگر عمران نے اس کو خیمے میں رہ کر زہرہ کاؤس کی حفاظت کرنے کی ہدایت کی تھی۔

شام تک عمران کی واپسی ہوئی تھی۔ دن بھر کیا کرتا رہا اس کی کسی کو خبر نہیں تھی۔

عمران نے زہرہ کاؤس کا میک اپ اس طرح کیا تھا کہ خود بھی وہ اپنے آپ کو نہیں پہچان سکی تھی اور عمران کے ماہرانہ میک اپ کی دل کھول کر تعریف کرتی رہی تھی۔ اُسے ایک ایپرن بھی پہنا دیا گیا تھا۔ تاکہ طالبہ لگ سکے۔ عمران ایک سفید ساڑھی اور سفید بلاؤز بھی کہیں سے حاصل کر کے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ ساحل تک جانے کے لئے جیپ استعمال کی گئی تھی۔

وہ بڑی پُر فضا جگہ تھی... دُور دُور تک تھوڑے تھوڑے فاصلے پہ چھوٹے بڑے ہٹس بنے ہوئے تھے۔

جیپ خود عمران ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ جیپ میں بیٹھے سب افراد یہی سمجھ رہے تھے کہ عمران کا اگلا ٹارگٹ ہوٹل "برائٹ اسٹار" ہی ہوگا۔ مگر جیپ ہوٹل کی حدود سے نکلتی ہوئی ادھر ہی بڑھ رہی تھی جدھر بہت سے ہٹس بنے ہوئے تھے۔

عمران نے ایک جگہ جیپ روک دی اور سب کو جیپ سے اُتر جانے کو کہا۔

"آگے، پیدل مارچ کرنا ہے۔" عمران بولا۔

سب پیدل چل پڑے۔ عمران آگے آگے چل رہا تھا اور چلنے کا انداز بھی پروفیسرانہ ہی تھا۔ پیچھے چلنے والوں میں زہرہ کاؤس، ظفر الملک اور جیمسن ہاتھوں میں فائل پکڑے چل رہے تھے جوزف سب سے پیچھے تھا۔

عمران ایک ایسے ہٹ کے سامنے جا کر رُک گیا جو ساحل سے تو قریب تھا لیکن باقی تمام ہٹس سے دور تھا۔ وہ اس انداز میں کھڑا تھا جیسے اب اُن کو "طبقات الارض" کے بارے میں کوئی اہم بات بتائے گا اور وہ چاروں اس کے سامنے اس طرح مؤدب کھڑے تھے جیسے اگر وہ اہم بات اس وقت سُننے اور سمجھنے سے رہ گئی تو زندگی بھر اس کا ملال رہے گا۔

"ہاں... تو میں یہ کہہ رہا تھا اسٹوڈنٹس!" عمران بہ آواز بلند بولا۔ "زمین کی فضا میں کئی طبقے ہیں جو ایک دوسرے سے اوپر واقع ہیں۔ ہر ایک کی خصوصیات جُدا جدا ہیں۔ گو ان کی حدُود صاف طور پہ واضح نہیں۔ پھر بھی ہر ایک کی پہچان ممکن ہے۔ مثلاً ہوا کا "گرّہ اوّل" لے لیجئے۔ یہ خط استوا پہ

پر تقریباً سو دہ کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے اور قطب پر کوئی آٹھ کلومیٹر تک۔ فضا کی زیادہ تر کثافت یہیں موجود ہے۔ تمام موسمی مظاہرے اسی منطقے میں رونما ہوتے ہیں۔ اسی طرح "رواں کرہ" ہے۔ یہ تین سو پچاس کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں گیس کی تہیں موجود ہیں، جو سورج کی شعاعوں سے رواں ہو گئی ہیں۔ یعنی ... ان میں مثبت اور منفی برقی ذرات آزاد شکل میں رواں ہیں۔ چونکہ! یہ ادنیٰ (لو فریکوینسی) ریڈیائی لہروں کو منعکس کر سکتے ہیں، اس لئے ان کے ذریعے ریڈیائی نشریات دُنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچائی جا سکتی ہیں۔ خواہ ہوائی جہاز ہوں یا پانی کے جہاز ریڈیائی نشریات کا یہی اصول کارفرما رہے گا اس کے علاوہ ..."

اسی وقت جیمسن نے ایک دم اپنا داہنا ہاتھ اٹھا دیا تھا

"اسٹوڈنٹ! کچھ کہنا چاہتے ہو؟" عمران نے خالص پروفیسرانہ زبان استعمال کرتے ہوئے پوچھا۔

"یس سر...!" جیمسن نے ہاتھ گراتے ہوئے کہا۔

"کہو...!"

"سر...!" ہم زمین کی فضا کے بارے میں نہیں بلکہ زمین کے طبقات کے بارے میں ریسرچ کرنے آئے ہیں شائد آپ بھول گئے ہیں۔" جیمسن نے شوخ لہجے میں کہا۔

"آں... ہاں... اچھا۔ اچھا!" عمران نے بھول جانے کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "مگر اسٹوڈنٹ!

زمین کے طبقات کے بارے میں ریسرچ کرنا دراصل حماقت ہے۔"

"وہ کیسے سر؟" اس بار ظفر الملک بول پڑا تھا۔

"زمین میں کیا رکھا ہے۔ جتنا کھودو ہڈیاں ہی ہڈیاں نکلی چلی آئیں گی۔ اپنے آباؤ اجداد کی ہڈیاں، اُن کے آباؤ اجداد کی ہڈیاں، پھر اُن کے آباؤ اجدد پھر ان کے آباؤ اجداد..."

"بس... بس... سر اتنی ہڈیوں کا کیا کریں گے۔" جیمسن، عمران کی عادت سے گھبرا کر بولا۔

"یا پھر... کہیں کہیں... زیورات مل جائیں گے... جن کو بنواتے بنواتے سارے آباؤ اجداد کو زمین کا پیوند ہونا پڑا..." عمران سر ہلا کر بولا۔

"سر! زمین کی فضا کے بارے میں بھی جان کر کیا کریں گے اس میں بھی کیا رکھا ہے۔" ظفر الملک نے کہا۔

"فضا کے بارے میں جاننا زیادہ ضروری ہے۔ فضائی حملہ ارضی حملے سے زیادہ مہلک ہوتا ہے۔" عمران نے اُس کی طرف گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں..." ظفر الملک بولا۔ "ابھی تک ہمارے سائنسدان یہ تک معلوم نہ کر سکے کہ مرنے کے بعد "رُوح" جب آسمان کی طرف پرواز کرتی ہے تو عمودی جاتی ہے یا ترچھی؟ اور راہ میں جو خلائی رکاوٹیں ہیں اُن کو کس طرح پھلانگتی ہے یا پھر وہ خلاء میں ہی رہ جاتی ہے۔"

"احمق ہو!" عمران بگڑ کر بولا۔ "بھلا اس وقت "روح"

کا کیا ذکر ہے؟"

"خیال آگیا تھا سر! آباؤ اجداد کی ہڈیوں کے ساتھ اُن کی رُوحوں کا بھی تو علم ہونا چاہیئے۔" ظفر الملک نے کہا۔

"تو پھر زمین کے طبق اور زمین کی فضا دونوں کو گولی مارو۔ اس ہٹ میں داخل ہو جاؤ اور فی الحال یہ ریسرچ کرو کہ اس کے اندر کیا عجائبات ہیں۔" عمران نے ہٹ کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

اِس تمام عرصے میں جوزف اور زہرہ کاؤس خاموش ہی رہے تھے۔ جوزف تو بلاوجہ دخل اندازی کرتا ہی نہیں تھا۔ زہرہ کاؤس کو عمران نے بولنے سے منع کر دیا تھا کیونکہ وہ لہجہ بدلنے پر قادر نہیں تھی۔

ہٹ کے دروازے پر موٹا سا تالا لگا ہوا تھا۔ عمران نے ایپرن کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کنجی نکالی اور تالا کھول کر ہٹ میں داخل ہو گیا۔

وہ سب بھی اُس کے پیچھے ہی ہٹ میں داخل ہوئے تھے۔ پھر سب ہی حیرت سے اُس آدمی کو دیکھنے لگے جو ریشمی رسیوں سے بندھا ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اور اُس کے منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ اُس کے آگے ایک بڑی سی میز بچھی ہوئی تھی۔ جس پر ایک نقشہ پھیلا ہوا تھا۔

جونہی زہرہ کاؤس کی نظر اُس قیدی پر پڑی اُس کی بے اختیار چیخ نکل گئی تھی۔

چیخ بے اختیار تھی۔ قیدی چونک کر زہرہ کاؤس کو

دیکھنے لگا تھا۔ یہ بہرام کاؤس تھا۔

عمران کے شاگردوں کو یہ جاننے میں دیر نہیں لگی کہ یہ عمران کا کارنامہ ہی ہو سکتا ہے۔ دن بھر غائب رہ کر وہ یہی سب کچھ کرتا رہا تھا۔

بہرام کاؤس، چوڑے چکلے شانوں اور ایک مضبوط اعصاب والا شخص دکھائی دیتا تھا۔

وہ عمران کو دیکھ کر غرّایا تھا۔

"کون ہو تم لوگ؟"

"آہستہ بولو... عمران بولا۔ "یہ سب میرے طالب علم ہیں اور مجھے تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔ "طبقات المزاج" کا ماہر ہوں۔ میرے گھونسے اور تھپڑ تمہیں یاد ہی ہوں گے۔"

"تم مجھے روک کر اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔" وہ غرّا کر بولا۔

"اسٹیمر پر تمہاری بیوی بھی تو تھی وہ کہاں گئی؟" اچانک عمران نے سوال کیا۔

"مت لو نام اُس بے وفا کا..." کاؤس زمین پر تھوکتے ہوئے بولا۔ "نہ جانے کس کے ساتھ بھاگ گئی۔"

اچانک زہرہ کاؤس آگے بڑھی اور اس نے ایک زنّاٹے دار تھپڑ کاؤس کے گال پر جڑ دیا۔ یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ کوئی بھی مداخلت نہ کر سکا تھا۔

"اوہ... کُتیا... کون ہے تُو؟" کاؤس غصے سے دیوانہ ہو کر بولا۔

"بے غیرت ... غدّار ... میں تجھے جان سے مار ڈالوں گی۔"

زہرہ کاؤس غصّے سے بلبلا کر بولی۔

"اوہ ... تم ... !" کاؤس کی آنکھوں میں حیرت اُبھر آئی۔ آواز تو زہرہ کی سی تھی مگر حلیہ اور شکل اجنبی تھی۔

کاؤس نے گھبرا کر باری باری اُن سب کے چہروں کو دیکھا اُس کی سمجھ میں یہ معمّہ ہی نہیں آیا تھا۔

ہاں ... میں زہرہ ہوں ... ان شریف آدمیوں نے میری جان بچائی تھی۔ اور اس وقت میک اپ میں ہوں کیونکہ تمہارے گروہ کے ذلیل آدمی میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ پہچانتے ہی گولی مار دیں گے۔"

"ہُم ... مگر ... مگر مجھے تو بتایا گیا تھا کہ تم نے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے۔ تم کسی اور کے ساتھ فرار ہو گئی ہو۔" کاؤس نے اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور تم نے یقین کر لیا۔" زہرہ غضب ناک ہو کر بولی۔

"مجھے تمام صورت حال سمجھا دو ... ! میری عقل چکرا رہی ہے!" کاؤس بے چارگی سے بولا۔

پھر آدھا گھنٹہ اُس کو تمام حالات سمجھانے میں صرف ہوا تھا اس دوران میں عمران اور اُس کے ساتھی بالکل خاموش رہے تھے۔ صرف زہرہ کاؤس ہی بولتی رہی تھی۔

زہرہ کاؤس نے شروع سے آخر تک اپنی کہانی سنا دی تھی اور کاؤس تمام کہانی سن کر عمران سے بولا۔

"میرے ہاتھ کھول دو ... میں فرار نہیں ہوں گا۔ میں سب

کچھ سمجھ گیا ہوں۔ بے وقوف بنا کر اپنا کام نکالنے والوں کو میں ہرگز معاف نہیں کروں گا۔"

عمران نے جوزف کو اشارہ کیا۔ جوزف نے آگے بڑھ کر اُس کے ہاتھ کھول دیئے۔ کاؤس نے میز پر سے سگریٹ کی ڈبیہ اٹھا کر ایک سگریٹ نکالا۔

زہرہ کاؤس نے میز پر سے رائٹر اٹھا کر جلایا اور اس کا شعلہ کاؤس کے منہ میں دبے ہوئے سگریٹ کے قریب کر دیا۔

کاؤس نے ایک طویل کش لیا۔ پھر زہرہ سے بولا۔ "یہ بالکل غلط ہے۔ کہ میں غدار ہوں۔"

"اگر تم ثابت کر سکے تو میں تمہیں معاف کر دوں گی ورنہ اپنے ہاتھ سے شوٹ کر دوں گی۔"

"یہ بات وقت ثابت کرے گا کہ میں غدار نہیں ہوں۔ میں تو صرف پچھلی حکومت سے اور موجودہ حکومت سے بعض معاملات میں اختلاف رکھتا تھا اپنے اُس حق کے تحت جو مجھے ملکی دستور کے توسط سے ملا ہے۔ وطن سے غدّاری کا تصوّر تک نہیں کر سکتا۔ خوب جانتا ہوں کہ وطن سے غدّاری کرنے والا پہلے خود ہی جہنم واصل ہوتا ہے۔ سب بڑی بڑی طاقتیں ہمیں بے وقوف بنا کر اپنا کام نکال رہی ہیں۔ میں اب انہیں بتاؤں گا کہ ہم بے وقوف نہیں ہیں۔" کاؤس جوش میں بولے جا رہا تھا۔

عجیب مزاج کا آدمی تھا ... کچھ دیر پیشتر ملک کے دشمنوں کا دوست تھا اور اب انہیں لوگوں کا دشمن بن گیا تھا۔ اور یہ انقلاب صرف ایک عورت کے چکّر سے رونما ہوا تھا۔

عمران شاید اس کی فطرت کو سمجھ گیا تھا اسی لئے اُس نے صرف زہرہ کو بولنے کا موقع دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے حادثے انہیں اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے مگر ایک عورت اُن کو بنیادوں سے اکھاڑ دیتی ہے، کاؤس کا شمار انہیں لوگوں میں ہوتا تھا۔

زہرہ کاؤس کی درخواست پہ عمران نے کاؤس کو آزاد کر دیا تھا۔

اب یہ سب لوگ دوستانہ ماحول میں بات چیت کر رہے تھے۔

"تمہیں عملی طور پہ ہماری مدد کرنا ہوگی۔" عمران کاؤس سے بولا۔

"میں تیار ہوں۔" کاؤس سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ اسلحہ کا ذخیرہ کہاں ہے؟" عمران نے سوال کیا۔

"ہاں ۔۔۔!" کاؤس کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "مگر تم دریافت کرکے کیا کرو گے۔"

"اُسے ضائع کرنا بے حد ضروری ہے۔" عمران نے کہا

"یہ تمہارے بس کا کام نہیں۔" کاؤس بولا۔

"یہ تم مجھ پہ چھوڑ دو۔ تم صرف وہاں تک رہنمائی کرو گے۔" عمران بولا۔

"بڑے کمینے لوگ ہیں ۔۔۔ بلکہ کمینوں کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ ابلیس کے بیٹے کہہ لو۔ جب چاہیں تختہ اُلٹ دیں۔ بین الاقوامی قسم کے ٹھگ ہیں۔ میں بھی درپردہ اُن کی کھوج میں رہا ہوں۔ اصل بزنس ان کا ایک ملک کے راز چرا کر دوسرے ملک کے ہاتھوں فروخت کرنا ہے۔ یہی نہیں! پس ماندہ ممالک میں افراتفری پھیلانے کے لئے اسلحہ کی اسمگلنگ بھی کرتے ہیں۔" کاؤس جوش کے ساتھ کہے جا رہا تھا۔ "تم اُن سے نہیں نپٹ سکتے۔ کمین سے کمین ہی نپٹا کرتا ہے۔ اور میں خود بھی اُن سے کم کمین نہیں ہوں۔ میں ملک کو تباہی تک پہنچانا نہیں چاہتا۔" کاؤس غراتے ہوئے بولا۔

"خدا کی پناہ ۔۔۔ بھلا اُن کا سرغنہ کون ہے؟" عمران نے اچانک سوال کیا۔

"یہ معلوم کرکے کیا کرو گے؟" کاؤس اُس کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"ارے گرفتار کرا دیں گے اُسے!" عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا۔

کاؤس نے کھنکتا ہوا قہقہہ لگایا۔ اور بولا۔ "مکّاری سے مجھے دو چار گھونسے لگا کر اپنے آپ کو سورما سمجھنے لگے ہو۔"

"بہادری دکھانے کی یا ہاتھا پائی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حکمت عملی سے کام لیں تو اُن کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔" عمران ہاتھ نچا کر بولا۔

"بھلا وہ کیسے؟" کاؤس نے پوچھا۔

"پہلے اسلحہ کا ذخیرہ اُڑا دیں گے ۔ اس کے بعد کچھ اور سوچیں گے ۔"

"ہوں ... !" کاؤس سوچ میں پڑ گیا ۔ وہ کبھی کبھی کنکھیوں سے زہرہ کاؤس کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا ۔ زہرہ کاؤس اس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھی ۔

"ممکن تو ہے ... مگر ... !" کاؤس ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا ۔

"اگر ... مگر ... کچھ نہیں کاؤس !" زہرہ اچانک بولی ۔ "تمہیں وہی کرنا پڑے گا جو پروفیسر کہہ رہے ہیں ۔ اور میں ان لوگوں کے درمیان بطور یرغمال رہوں گی ۔ تم اس فتنے کو ختم کر دینے میں ایک اچھے حب الوطن کا پارٹ ادا کرو ۔ جن ملکوں کے لوگوں نے بڑی طاقتوں سے مل کر اپنے مفاد میں ملک سے غداریاں کی ہیں اُن کا انجام ہم سے پوشیدہ نہیں ہے ۔

کاؤس سر ڈالے کچھ دیر تک سوچتا رہا ۔ عمران اُس کی طرف سے مطمئن نہیں تھا ۔ جذباتی اور انتہا پسند آدمی پر بھروسہ کرنا حماقت ہی ہوتی ہے ۔ نہ جانے کب پھر دشمن کی طرف پلٹ جائے ۔

ہٹ میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی ۔

"ٹھیک ہے ...!" کاؤس فیصلہ کن لہجے میں زہرہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا ۔ "میں بتاؤں گا کہ وہ ذخیرہ کہاں ہے ۔ مگر اس کو تباہ کرنا جان جوکھوں کا کام ہے ۔ تم سب خود بھی ضائع ہو سکتے ہو ۔"

"پرواہ نہیں !" زہرہ لہک کر بولی ۔ "کتّے کی موت مرنے سے بہتر ہے کہ ایسی موت مرجائیں جو ملک کو تباہی سے بچالے ۔"

"پھر بھی بات ختم نہیں ہوگی ۔" اچانک کاؤس بولا ۔

"میں جانتا ہوں ۔" عمران نے کہا ۔ "تم صرف اُس جگہ کی نشاندہی کر دو جہاں ذخیرہ موجود ہے ۔ اُس کی تباہی کے بعد دوسرا مرحلہ دیکھیں گے ۔"

"یہی بہتر ہوگا ۔ لانچ پر میری موجودگی انتہائی ضروری ہے ۔ پرسوں رات اسلحہ کی آخری کھیپ آنے والی ہے ۔ اس کے بعد کیا ہوگا ... کچھ کہا نہیں جا سکتا ۔ بار بار مجھے پیغام وصول کرنا ہوگا ۔ میری غیر موجودگی اُنہیں شک میں ڈال دے گی ۔ اور پھر ہم انہیں کبھی نہ پا سکیں گے ۔" کاؤس سنجیدگی سے بولا ۔

"کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا ہے جو اس سارے ڈرامے کا ہدایت کار ہے ۔" عمران نے سوال کیا ۔

"نہیں ... مجھے لانچ پر صرف پیغامات ملتے ہیں ۔ لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ بہت سے ملکوں کے مفرور سیاستدان اُس کی زیر تربیت اور زیر سرپرستی ہیں ۔ ہمارے ملک کے ایک بڑے سیاستدان کے سر پہ بھی اُسی نے ہاتھ رکھا ہے ۔ شائد اُس نے ہمارے سیاستدان کو کچھ زیادہ ہی خواب دکھا دیئے ہیں ۔" کاؤس نے سگریٹ کی ڈبیہ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ۔

"تمہارا اسٹیمر کہاں کھڑا کیا جاتا ہے ؟" عمران نے اچانک ہی پوچھا ۔

کاؤس میز پہ پھیلے ہوئے نقشے کی طرف متوجہ ہوکر ایک جگہ انگلی رکھتا ہوا بولا ۔ "یہ جھیل "بکیراں" ہے ۔ اس کے مشرقی کنارے پہ پورٹ خلیل کی گودی ہے ۔ یہاں بظاہر

ہمارا اسٹیمر پورے مشرقی کنارے پر ماہی گیری کرتا ہے۔ بحری جہاز "سٹرنگل" سے یہی اسٹیمر "اسلحہ" بار کر کے "جھیل بکیراں" میں داخل ہوتا ہے اور ساحل سے کچھ فاصلے پہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ پھر ماہی گیروں کی کچھ لانچوں پہ اسلحہ اسٹیمر سے اتار کر بار کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ٹرکوں پہ لاد کر ذخیرے تک پہنچایا جاتا ہے۔"

عمران بغور نقشہ دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے نقشہ تہہ کر کے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

کاؤس نے اسلحے کے ذخیرے کا مقام نقشے کے ذریعے عمران کو پوری طرح سمجھا دیا تھا۔

پھر عمران کاؤس کو وہیں چھوڑ کر اپنے شاگردوں کو لے کر جس طرح آیا تھا اُسی طرح واپس ہو گیا تھا۔ زہرہ بھی ان کے ساتھ تھی۔ اُس نے ہر حال میں ان لوگوں کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔ کاؤس حسرت سے اُسے جاتا دیکھتا رہ گیا۔

زہرہ کاؤس بھی ملول تھی۔ لیکن اُس نے اپنی خوشی سے اپنے آپ کو یرغمالی بنایا تھا۔ شائد وہ بھی کاؤس کی متلون مزاجی سے بخوبی واقف تھی۔

سب مزدوروں کے لباس میں تھے۔ زہرہ کو بھی ایسا ہی لباس پہنایا گیا تھا... البتہ چہرہ میک اپ سے بے نیاز نہیں تھا۔

عمران نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ اپنی چال میں کچھ تبدیلی پیدا کرے مگر اُس سے بن نہیں پڑا تھا۔

سبھوں نے کدال اور دوسرے اوزاروں کے تھیلے اٹھا لئے تھے۔

بڑی سرسبز وادی تھی۔ وادی کے دو طرف سبز گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ دور سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے قدرت نے مخمل بچھا دی ہو۔

اس وادی میں بے شمار آدمی کام کرتے ہوئے دکھائی دیئے تھے۔ چٹانیں توڑی جا رہی تھیں اور پتھروں کے مختلف سائز کے ٹکڑے کاٹے جا رہے تھے۔ اور انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا تھا۔

کئی عورتیں بھی ہتھوڑوں سے پتھر توڑتی نظر آئیں انہیں میں عمران نے زہرہ کاؤس کو بھی شامل کر دیا تھا۔

جیمسن، ظفر الملک اور عمران مزدوروں میں شامل ہو گئے تھے۔ جوزف کو خیمے کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ اپنے تن و توش اور رنگت کی وجہ سے مزدوروں میں توجہ کا مرکز بن جاتا... اور یہی عمران نہیں چاہتا تھا۔ وقت

کم تھا اس لیے وہ کسی اور چکر میں الجھنا نہیں چاہتا تھا۔

اسی طرح شام ہو گئی اور کام روک دیا گیا۔ سارا دن پتھر ڈھوتے ڈھوتے جیمسن اور ظفرالملک کا حلیہ خراب ہو گیا تھا۔ البتہ عمران کے چہرے پہ تھکن کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

سب مزدور اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چل دیئے تھے۔ کچھ دور تک عمران اور اُس کے ساتھیوں نے بھی مزدوروں کا ساتھ دیا تھا۔ پھر وہ ایک جگہ پانی کا چھوٹا سا چشمہ دیکھ کر رُک گئے۔ زہرہ کو اُس نے عورتوں سے پہلے ہی الگ کر کے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔

سورج غروب ہونے لگا تھا اور رات کی آمد آمد تھی۔

عمران اپنے ساتھیوں سمیت سبز پہاڑی کے ایک غار میں داخل ہو گیا۔ اِسی غار میں وہ سب رات ہونے کا انتظار کرتے رہے۔

رات ابر آلود تھی ... گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

قریباً آدھی رات گذر جانے کے بعد عمران اپنے ساتھیوں سمیت کسی نامعلوم منزل کی طرف چل پڑا۔

راہ میں کبھی کوئی چڑھائی آجاتی تھی اور کبھی وہ سنبھل سنبھل کر نشیب میں اُترنے لگتے تھے۔

عمران کے اندازے کے مطابق انہوں نے خاصی مسافت طے کر لی تھی۔

پھر وہ ایک غار کے دہانے کے پاس پہنچ کر رُک گئے۔

غار کے دہانے پہ دو آدمی اسٹین گنیں لیے پہرہ دے رہے تھے۔

عمران ان کی نظروں سے بچتا بچاتا ایسی جگہ پہنچ گیا کہ نہ صرف اُن کی گفتگو سُن سکے۔ بلکہ ضرورت پڑنے پہ اُن پہ چھلانگ بھی لگا سکے۔

ان میں سے ایک بولا۔ "چلو ... اب ہم بھی لمبی تان کر سو جائیں۔"

"نہیں! ہمیں نگرانی کرنی چاہیے۔ اگر کوئی ہماری کارکردگی دیکھنے ادھر آگیا تو خیر نہیں۔" دوسری آواز آئی۔

"میں تو سوتا ہوں!" پہلا انگڑائی لے کر بولا۔ "جسم ٹوٹ رہا ہے۔ تم جاگتے رہو۔"

"ٹھیک ہے! میں جاگتا رہوں گا ... تم سو جاؤ۔"

پہلا آدمی شائد وہیں چٹان پہ لیٹ گیا۔

دوسرے آدمی نے موم بتی جلائی اور جیب سے ایک پاکٹ بک نکال کر پڑھنے لگا۔

عمران نے موم بتی کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی میں ان کی ٹامی گنیں قریب ہی رکھی دیکھ لی تھیں۔

وہ کتاب پڑھتا جا رہا تھا اور ایک نوٹ بک میں کچھ لکھتا بھی جاتا۔ پھر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی لکیروں کا جائزہ لینے لگتا تھا۔

عمران کا اندازہ تھا کہ وہ پامسٹری کی کوئی کتاب پڑھ رہا ہے۔

کتاب پڑھنے والے کا رُخ عمران کی طرف نہیں تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد پہلے آدمی کے خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ کتاب پڑھنے والا اپنے ہاتھ کی لکیروں میں اتنا منہمک تھا گویا دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا تھا۔

عمران نے ایک بار پلٹ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ بہ آہستگی زمین پہ لیٹ کر رینگتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور یونہی بے آواز رینگتا ہوا اُس آدمی کے سر پہ پہنچ گیا جو پڑا سو رہا تھا۔

عمران نے اُس کی ٹامی گن اُٹھائی اور اس کا دستہ زور سے سوتے ہوئے آدمی کے سر پہ رسید کر دیا۔

پھر جتنی دیر میں ہاتھ کی لکیروں سے قسمت کا حال جاننے والا سنبھل کر معاملے کی نوعیت کو سمجھتا عمران ٹامی گن کا رُخ اُس کی طرف کر چکا تھا۔

"ہاتھ اُٹھا دو۔ گن اُٹھانے کی کوشش کی تو ڈھیر کر دوں گا۔" عمران آہستہ سے بولا۔

اُس نے گھبرا کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا جس کے خرّاٹے اب بند ہو چکے تھے۔

"وہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔ ... بے ہوش پڑا ہے۔" عمران نے سفاک لہجے میں کہا۔ تو اس نے بے اختیار اپنے ہاتھ سر سے بلند کر لئے۔ جیمسن جھپٹ کر اوٹ سے نکل آیا اور اُس کی ٹامی گن اُٹھا لی۔

"اِس کے ہاتھ پشت سے باندھ دو۔"

ظفر اور زہرہ بھی اپنی کمین گاہ سے نکل آئے تھے۔

ظفر نے اپنے کاندھے پہ پڑے تھیلے سے ریشم کی ڈوری نکالی اور اُس کے ہاتھ مضبوطی سے اس کی پشت سے باندھ دیئے۔

اور پھر عمران کی ہدایت پہ وہ اُسے دھکیلتا ہوا غار کے اندر لے گیا۔ اتنے میں عمران دوسرے بے ہوش آدمی کو بھی کھینچتا ہوا غار کے اندر لے آیا تھا۔

موم بتی کی روشنی میں عمران نے غار کا بغور جائزہ لیا۔ غار اندر سے کافی کشادہ تھا۔

پھر اچانک عمران نے قیدی کے چہرے کے قریب موم بتی لے جاتے ہوئے کہا۔ "وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"کک ... کون ... سی جگہ؟" قیدی نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

"جہاں اسلحہ اکٹھا کیا گیا ہے۔"

"مم ... میں ... نہیں جانتا۔" قیدی نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"پھر یہاں کس کی نگرانی کر رہے تھے؟" عمران نے پوچھا۔

"ان پہاڑیوں کے پیچھے سے پڑوسی ملک کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرف رہ کر ہم اپنی سرحد کی حفاظت کر رہے تھے۔"

"صرف دو آدمی ...!" عمران حیرت سے بولا۔ "اور وہ بھی ملک کی سرحد کی حفاظت!"

"بہت سے اور بھی ہیں۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"تم جھوٹے ہو ...! اگر دو منٹ کے اندر اندر تم نے اُس جگہ کی نشاندہی نہ کی تو تم دونوں کو مار ڈالوں گا۔ وہ جگہ تو میں کسی نہ کسی طرح خود ہی معلوم کر لوں گا۔ تمہاری جان مفت میں

جائے گی۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم بھی ... نہیں بچ سکو گے!" قیدی گھبراہٹ کے ساتھ بولا۔

"ہم بچنے کے لئے آئے بھی نہیں ہیں۔"

عمران نے موم بتی ایک جگہ رکھ دی اور ان کے تھیلے ٹٹولنے لگا۔ وہ ٹارچیں تھیں اور کچھ غذا کے ڈبے وغیرہ تھے۔ ٹارچیں نکال کر اس نے ظفر کو دے دیں اور پھر ٹامی گن کا دستہ قیدی کی کمر میں مارتا ہوا بولا۔ "جلدی جواب دو۔ ورنہ میں گولی مار دوں گا۔ یہ محض دھمکی نہیں ہے۔"

عمران کے لہجے میں اس قدر سفاکی تھی کہ اس کے ساتھی بھی لرز کر رہ گئے۔

قیدی کے منہ پر ہوائیاں چھوٹنے لگی تھیں۔ "اُدھر" وہ خوفزدہ سی آواز میں ایک جانب ہاتھ اُٹھا کر کراہا۔

عمران نے ٹارچ کی روشنی ادھر ڈالی۔ ایک پتلی سی دراڑ تھی۔ عمران نے ظفر کو ٹامی گن دیتے ہوئے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو ... میں اندر جا کر دیکھتا ہوں۔" اس نے جیمسن کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور دراڑ کی طرف بڑھ گیا۔

دراڑ بس اتنی کشادہ تھی کہ اس میں سے ایک وقت میں صرف ایک ہی آدمی گزر سکتا تھا۔

تقریباً پچاس گز چلنے کے بعد وہ پہلے سے کہیں کشادہ غار میں داخل ہو گئے۔ اور پھر غار میں داخل ہوتے ہی وہ حیرت سے اُچھل پڑے۔ کیونکہ وہاں اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ رائفلوں، اسٹین گنوں، ہلکی مشین گنوں اور دستی بموں کے

ڈھیر ہی ڈھیر نظر آ رہے تھے۔ بارود کی پیٹیوں اور ڈائنامائیٹ کے بنڈلوں کے قریب ہی کچھ ہیوی ڈیوٹی ڈرائی بیٹریاں بھی رکھی تھیں۔ بجلی کے تاروں کے بڑے بڑے لچھے بھی موجود تھے۔

وہ دونوں کچھ دیر تک ٹارچ کی روشنی میں گرد و پیش کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر عمران نے جیمسن کو واپس چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ غار کے اندر بات کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی ایسا انتظام غار کے اندر کیا گیا ہو کہ اُن کی آواز کہیں اور بھی سُنی جا سکتی ہو۔ اتنے بڑے ذخیرے کی نگرانی صرف دو مجہول سے آدمیوں پر تو نہ چھوڑی گئی ہو گی۔

لیکن عمران کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اس مسئلے میں الجھتا۔ وہ پھر وہیں واپس آ گئے جہاں قیدی، ظفر اور زہرہ کو چھوڑ گئے تھے۔ بے ہوش آدمی بدستور بے ہوش پڑا تھا۔

عمران نے ظفر سے کہا۔ "فی الحال ہمیں یہ بھول جانا چاہیئے کہ یہاں سے زندہ بھی بچ کر نکل سکتے ہیں۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔ آپ ساتھ ہوں تو مجھے زندگی کی پرواہ نہیں ہوتی۔"

"جتنی جلدی ہو سکے اسلحہ کا ذخیرہ تباہ کر دینا چاہیئے۔ ایک ایک چیز پر ہماری فیکٹریوں کے ٹریڈ مارک اور کچھ دوسرے مخصوص نشانات موجود ہیں۔ جانتے ہو یہ یہاں کیوں ذخیرہ کیا گیا ہے؟"

"آپ ہی بتایئے۔" ظفر الملک پُرتشویش انداز میں بولا۔

"یہ ہتھیار ہمارے پڑوسی ملک کو اسمگل کئے جائیں گے۔"

"خدا کی پناہ ...!" ظفر حیرت سے بولا۔

"آؤ... کام شروع کر دیں۔ ذخیرہ تباہ کرنے کے لئے ہر چیز غار میں موجود ہے۔"

اس بار عمران نے جمیسن کو قیدیوں کی نگرانی کے لئے غار میں چھوڑا اور ظفر کو ساتھ لے کر دراڑ کے ذریعے اس غار میں داخل ہوا جہاں ہتھیاروں کا ذخیرہ تھا

عمران نے تار کا ایک لچھا اٹھایا اور اُس کے ایک سرے کو ڈائنا مائیٹ سے اٹیچ کر کے بارود کی پیٹیوں اور بموں کے درمیان رکھ دیا۔ اور پھر ڈرائی بیٹری کو اٹھا کر تار کے دو لچھے اپنے دونوں شانوں سے لٹکا لیے... پھر اُن لچھوں کے بَل کھولتا ہوا جسے اُس نے ڈائنا مائیٹ سے اٹیچ کر دیا تھا۔ نکاسی کے راستے کی طرف بڑھنے لگا۔

قیدی سمیت سب باہر نکل آئے تھے۔

جمیسن اور زہرہ کاؤس اُسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ غار سے نکل کر عمران تار بچھاتا ہوا ایک طرف بڑھنے لگا۔ ایک لچھے کا تار ختم ہونے پہ اُس نے دوسرا لچھا اس میں جوڑ دیا تھا۔ اسی طرح تیسرا لچھا بھی ختم ہو گیا تھا۔

عمران کے اندازے کے مطابق وہ ہتھیاروں والے غار سے تقریباً ڈھائی، تین فرلانگ کے فاصلے پہ نکل آئے تھے۔

"کیا اتنا فاصلہ کافی ہوگا، جان بچانے کے لئے۔" جمیسن بولا۔

"شاید... ! کیونکہ وہ جگہ نشیب میں ہے اور ہم چڑھائی کی طرف آئے ہیں۔ یوں تو وہاں تاروں کے اور بھی لچھے موجود ہیں لیکن میں دیر نہیں کرنا چاہتا۔ جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا...

تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ اور ہاں قیدی کا منہ نہ کھلنے پائے۔ ٹیپ چپکا دو۔ تاکہ حلق سے ذرا سی آواز بھی نہ نکال سکے۔ میں غار میں بے ہوش پڑے آدمی کو اٹھا لاؤں۔ اُسے یوں مرنے نہیں دوں گا۔"

عمران غار کی طرف چل دیا۔

جمیسن اور ظفرالملک قیدی اور زہرہ کاؤس کی حفاظت کرتے ہوئے وہیں بیٹھے رہے۔ ان کی زندگی میں اس سے زیادہ ہولناک رات پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ ان کے جسم پسینے سے بھیگ رہے تھے۔

وقت ٹھہرا ہوا لگ رہا تھا... ہر ایک کو اپنے دل کی دھڑکن سینے کی بجائے کانوں میں محسوس ہو رہی تھی۔

جمیسن کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہاں بیٹھے بیٹھے صدیاں بیت گئی ہوں۔

عمران کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ چاروں خاموش بیٹھے اس راہ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تک رہے تھے جس پہ عمران آتا ہوا دکھائی دینا چاہیے تھا۔

تاریکی زیادہ تھی اور ٹارچ روشن کرنے کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ عمران بے ہوش آدمی کو کاندھے پہ لاد کر لایا اور پھر اُسے اس کے ساتھی کے برابر ہی لٹا دیا تھا۔

عمران نے اُن سب کو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینے کی ہدایت کی۔

قیدی کے ہاتھ چونکہ بندھے ہوئے تھے۔ اس لئے عمران نے تھیلے

میں سے ایک رومال نکال کر پھاڑا اور اُس کے ٹکڑے قیدی کے کانوں میں ٹھونس دیئے اُن سب نے اپنے اپنے رومال بھی دانتوں میں دبا لیے تھے۔

... پھر عمران نے اُن کو ہدایت کی کہ تقریباً دس گز پیچھے ہٹ کر اوندھے لیٹ جائیں۔ سب نے اس کے حکم کی تعمیل کی... پھر اچانک وہ قیامت خیز دھماکہ ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ اور زمین دونوں مل کر ہل رہے ہوں۔ بڑے بڑے پتھروں کے لڑھکنے کی آواز آ رہی تھی۔ آنچ ایسی تھی جیسے جہنم کی کھڑکیاں کھول دی گئی ہوں۔ ہلکے بھاری دھماکے ہوتے ہی چلے جا رہے تھے۔ انہیں گرم ہوا کے جھونکے محسوس ہوئے اور پھر کثیف دھوئیں کا زبردست ریلا آیا۔ وہ بُری طرح کھانسنے لگے۔

"کوئی محفوظ جگہ تلاش کرو... ورنہ جھلس کر رہ جائیں گے۔" عمران پیٹ کے بل آگے سرکتا ہوا بولا۔

"مم... میں... جگہ بتاؤں گا۔" قیدی جلدی سے بولا۔

"ہاں... جلدی کرو... ایسا نہ ہو کر کوئی ہماری تلاش میں نکل کھڑا ہو۔" عمران نے ہلکے ہلکے کھانستے ہوئے کہا۔

"بستی سے الگ ایک جگہ ہے، غاروں میں۔" قیدی نے انکشاف کیا۔

"کیا تم ہمیں وہاں تک پہنچا سکتے ہو؟" عمران نے کہا۔ "اگر ہم سب بچ گئے تو یقین کرو کہ تمہیں سرکاری گواہ بنا کر معافی دلوا دوں گا۔"

"میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو... اور تمہارے اختیارات کیا

ہیں... البتہ میں تمہیں وہاں ضرور لے چلوں گا۔"

اچانک انہوں نے ہیلی کوپٹر کی آواز سنی۔

"چپ چاپ لیٹے رہو..." عمران سر اٹھا کر بولا۔ "اس ملک کے سرحدی محافظ ہوں گے۔ ہم پر ان کی نظر نہ پڑے تو اچھا ہے۔"

دھماکے والی جگہ پر اب بھی دھواں مسلط تھا۔

ہیلی کوپٹر نے دو تین چکر لگائے اور پھر پروں کو پھڑپھڑاتا ہوا ایک طرف روانہ ہو گیا۔

کچھ دیر بعد وہ چھپتے چھپاتے اس جگہ سے نکلے اور قیدی کی رہنمائی میں ایک طرف چل پڑے۔

ایک بار پھر ہیلی کوپٹر کی آواز آئی تھی۔ شائد سرحدی محافظ پوری طرح حرکت میں آ گئے تھے۔ اب کی بار دو ہیلی کوپٹر آئے تھے۔ اور ان کے پائلٹوں کو غالباً لینڈ کرنے کے لئے مناسب جگہ کی تلاش تھی۔

عمران کی چھٹی حس بیدار ہو گئی تھی۔ وہ سب بڑی تیزی سے نشیب میں اُترنے لگے تھے۔ سطح زمین پر پہنچ کر انہوں نے باقاعدہ دوڑ لگا دی تھی۔ ہیلی کوپٹر اس چٹان پر پہنچ کر معلق ہو گئے۔ جہاں کچھ دیر پہلے وہ سب موجود تھے۔ پھر ایک ہیلی کوپٹر سے مشین گن کی فائرنگ سنائی دینے لگی۔

انہوں نے دوبارہ دوڑنا شروع کر دیا... کچھ دیر تک اسی چٹان پر فائرنگ ہوتی رہی۔ لیکن ہیلی کوپٹروں نے لینڈ نہیں کیا تھا۔

پھر اچانک فائرنگ بند ہو گئی۔ اور ہیلی کوپٹروں کی آواز بھی بتدریج دور ہوتی چلی گئی۔

دوڑتے دوڑتے سب ایک جگہ گر کر ہانپنے لگے۔

جب ذرا حواس بجا ہوئے تو قیدی بولا۔ "آپ فکر نہ کریں... اس طرح لے چلوں گا کہ کسی کی بھی نظر نہیں پڑے گی۔"

پھر وہ ایک گھنٹے کے بعد اس غار تک پہنچ گئے تھے جس کا حوالہ قیدی نے دیا تھا۔ اور غار میں حلیے تبدیل کرنے کے بعد صبح ہونے سے پہلے پہلے آبادی کی طرف روانہ ہو گئے۔

مغربی کنارے سے مشرقی کنارے تک بس پانی ہی پانی تھا۔ "جھیل" بیکراں" جھیل کیا تھی۔ سمندر میں ایک ذیلی سمندر لگتی تھی۔

جھیل کے مغربی کنارے پر بے شمار کشتیاں دن بھر آتی جاتی رہتی تھیں۔ اسی جھیل میں ماہی گیری بھی ہوتی تھی۔ لیکن مغربی کنارے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک صرف ایک ہی اسٹیمر کی اجارہ داری تھی۔ اس اسٹیمر کا عملہ دس افراد پر مشتمل تھا۔ یہ افراد جب عیش کرنے "ہوٹل برائٹ اسٹار" میں آتے تو روپیہ اس طرح بہاتے تھے گویا جھیل سے سونے کی مچھلیاں پکڑتے ہوں۔ آج بھی یہ سب افراد "ہوٹل برائٹ اسٹار" میں صبح تک دادِ عیش دینے آئے ہوئے تھے۔ اسٹیمر پر صرف ریڈیو آپریٹر ہی رہ گیا تھا۔

صبح سے شام ہو گئی...

سورج غروب ہو چکا تھا۔ ساحلی تفریح گاہ پر چہل پہل بڑھ گئی تھی۔ آج کی ٹیم کا سربراہ جوزف تھا۔

جوزف کی سرکردگی میں جیمسن، ظفر الملک اور زہرہ اندھیرا پھیلنے کے بعد چل پڑے تھے۔

یہ سب جھیل کے کنارے کنارے دو ڈھائی فرلانگ تک چلنے کے بعد ایک کٹاؤ کے قریب پہنچے جہاں ایک خاص قسم کی لانچ لنگر انداز تھی۔ وہ لانچ میں سوار ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد لانچ کھلے پانی میں نکل آئی تھی اور اسٹیرنگ جیمسن کر رہا تھا۔ زہرہ ان کے ساتھ آ تو گئی تھی مگر وہ کسی قدر خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ زیادہ باتیں نہیں کر رہی تھی۔ دراصل اس کو کاؤس کی طرف سے تشویش تھی۔ اُس نے کئی بار ان سب سے آئندہ پروگرام معلوم کرنے کی کوشش کی مگر سب نے لاعلمی کا اظہار کر دیا تھا۔ اور نہ ہی یہ بتایا تھا کہ وہ جھیل میں لانچ کیوں دوڑا رہے ہیں۔

زہرہ بار بار یہی سوچ رہی تھی کہ اُسے کاؤس کے ساتھ رہنا چاہیئے تھا۔ اپنا پھر اپنا ہی ہوتا ہے... لیکن اب تو لانچ چل پڑی تھی۔

رات تاریک اور خنک تھی۔ اتنی ٹھنڈک بہر حال تھی کہ لانچ کے عرشے پر پڑا آدمی ٹھٹھر کر رہ جائے۔ لیکن یہ جوزف تھا جس پر اتنی ٹھنڈ کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ جوزف عرشے پر اوندھا پڑا تھا اور ظفر الملک اور زہرہ کیبن میں تھے۔

جوزف رکھوالی کرنے والے کتے کی طرح چوکنا ہو کر چاروں طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ تاریکی کچھ زیادہ ہی تھی۔ دفعتہً وہ چونک پڑا۔ اس کی توجہ کا مرکز قریب ہی سے

گذرنے والی ایک چھوٹی سی بادبانی کشتی تھی۔ کچھ دور جا کر کشتی پھر اسی جانب مڑی اور آہستہ آہستہ ان کی لانچ کی طرف بڑھنے لگی کشتی ایک بار پھر اُن کی لانچ کے قریب سے گذر گئی۔

جوزف کی لانچ کے برابر ہی دو لانچیں اور بھی تھیں۔ اُن کے بعد تھوڑی سی جگہ خالی تھی۔ اُسی خالی جگہ کو بادبانی کشتی نے پُر کر دیا تھا۔ کشتی میں دو آدمی تھے۔ اس کا اندازہ جوزف کو اندھیرے میں بھی ہو گیا تھا۔

ٹھیک اسی وقت جوزف نے کسی اور لانچ کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی۔ پھر اسی سائڈ سے ایک لانچ نے ڈوک چھوڑا تھا۔ جہاں اس نے بادبانی کشتی دیکھی تھی۔ لانچ کا رُخ شمال مغرب کی طرف تھا۔ اُس کا ہیولیٰ نظروں سے اوجھل ہوا ہی تھا کہ بادبانی کشتی بھی آہستہ آہستہ اُدھر ہی روانہ ہوئی جدھر لانچ گئی تھی۔

جوزف تیزی سے اُس جگہ پہنچا جہاں جیمسن موجود تھا۔ اُس نے جیمسن سے کہا۔ "شائد ہمارا تعاقب شروع ہو گیا ہے۔ تم وھیل پر ہی رہو... میں سنبھالوں گا انہیں۔ بس سیدھے نکل چلو۔ باس نے مجھے پورے سمندر کا نقشہ گھول کر پلا دیا ہے۔ اس لانچ پر سرچ لائٹ لگی ہے۔ ہو سکتا ہے انہیں کچھ شبہ ہو گیا ہو۔"

جوزف رائفل اُٹھا کر لانچ کے پچھلے حصے میں آ گیا۔ ابھی دونوں لانچوں کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ سرچ لائٹ کی شعاعیں جوزف کی لانچ کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ لانچ گردش کرنے والی

---

روشنی کی زد میں نہیں آ رہی تھی۔ پھر جیسے ہی موقع آیا جوزف نے سرچ لائٹ پر فائر کر دیا۔ جوزف کا نشانہ تھا۔ غلط ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

سرچ لائٹ کی روشنی غائب ہو چکی تھی۔

"بس تم اسی رفتار سے چلتے رہو۔" جوزف نے جیمسن کے پاس آ کر کہا۔

زہرہ اور ظفر الملک بھی کیبن سے نکل کر جیمسن اور جوزف کے پاس ہی آ گئے۔ زہرہ کاؤس کے چہرے پر خوف کے آثار گہرے ہو گئے تھے۔ ابھی ان کی لانچ کچھ ہی دور گئی ہو گی کہ اچانک سرچ لائٹ پھر روشن ہو گئی۔

"اوہ... شائد دوسری لانچ آ رہی ہے۔" جوزف بڑبڑایا اس نے پھر رائفل سنبھال لی تھی۔ جیسے ہی دوسری لانچ زد پر آئی اُس نے فائر کر دیا۔ روشنی پھر غائب ہو گئی۔ اس بار ادھر سے بھی فائر ہوئے تھے۔

"اگر آج زندہ بچ گئے... تو صبح تمہارے ہاتھ چوم لوں گا۔ کیا صحیح نشانہ لگاتے ہو۔" جیمسن نے جوزف سے کہا،

"لہراتے ہوئے چلو۔" جوزف بولا۔

جیمسن وھیل کو الٹی سیدھی گردش دینے لگا۔

جوزف بدستور رائفل سنبھالے رہا۔ مگر پھر روشنی دکھائی نہ دی۔ شائد وہ واپس چلے گئے تھے۔ اندھیرے میں جھک مارنے سے فائدہ بھی کیا تھا؟

"لیکن ہم جائیں گے کہاں؟" ظفر نے پوچھا۔

”فی الحال یوں ہی چلتے رہیں گے۔ اگر کہیں لانچ چھپانے کی جگہ مل گئی تو لانچ روک دی جائے گی...“ جوزف نے جواب دیا۔

”تم لوگ اپنی جانیں بچانے کی کوشش کرو۔ اس جھیل میں کہیں نہ کہیں مار ڈالے جاؤ گے... جس لانچ پر انہیں شبہ ہو جاتا ہے، اُسے غرق کر دیتے ہیں۔“ زہرہ پُرتشویش لہجے میں بولی۔

”مسٹی تم فکر نہ کرو...“ جوزف نے اسے اطمینان دلایا۔

”کیسے نہ کروں... تم لوگ میری ہی جان بچانے کے لئے اس چکر میں پڑ گئے ہو۔ تھوڑی دیر میں اسٹیمر بھی حرکت میں آجائے گا۔“ زہرہ بولی۔

”آنے دو... ہم آسانی سے غرق ہو جانے والے نہیں ہیں۔“ ظفر بولا۔

”تم اس اسٹیمر کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو۔ کئی ہلکی توپیں اس پر موجود ہیں۔ ایک نشست والا چھوٹا ہیلی کوپٹر بھی ہے۔“

”اوہ... تب تو جلدی ہی کرنی چاہئے۔ ورنہ اگر انہوں نے ہیلی کوپٹر کی سرچ لائٹ استعمال کر ڈالی تو مار ہی لئے جائیں گے۔“ جیمسن نے لانچ کی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا۔

”یہ تم لوگوں کے پروفیسر کہاں رہ گئے ہیں؟“ اچانک زہرہ نے سوال کیا۔

”مرضی کے مالک ہیں... جہاں چاہتے ہیں رہ جاتے ہیں!“ جوزف بولا۔ زہرہ انگریزی سمجھ اور بول سکتی تھی۔ جوزف اُس سے انگریزی میں ہی بات چیت کرتا تھا۔

”وہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئے۔“ زہرہ بولی۔

”وہ تو آج تک ہماری بھی سمجھ میں نہیں آئے۔“ ظفرالملک بولا۔ ”تم اُن کو سمجھنے کی فکر نہ کرو ورنہ کاؤس جی سے ہاتھ دھو بیٹھو گی۔“

”کاؤس پر تو انہوں نے جادو کر دیا ہے۔“ زہرہ بولی۔

”بلکہ تم سب ہی بڑے عجیب ہو۔ جو بظاہر نظر آتے ہو بہ باطن نہیں ہو۔“

”ہم سب تو بظاہر اُلّو نظر آتے ہیں!“ جیمسن جل کر بولا۔

زہرہ ابھی جواب نہیں دے پائی تھی کہ جوزف نے اُسے خاموش کر دیا۔

”ہوشیار ہو جاؤ... میں ہیلی کوپٹر کی گڑگڑاہٹ سن رہا ہوں۔“ جوزف بولا۔

”مجھے تو سُنائی نہیں دے رہی۔“ زہرہ بولی۔

”دُور ہے۔“ جوزف بولا۔ ”اب تم وہیل چھوڑ دو۔ میں لانچ سنبھالوں گا۔“

وہیل پر جوزف آگیا اور دفعتہً لانچ کا رُخ بھی بدل گیا۔ لانچ کی رفتار برائے نام رہ گئی تھی۔ انجن کی آواز ایسی لگ رہی تھی جیسے کسی بند جگہ میں گونج رہی ہو۔

لانچ ایک جگہ رک گئی۔

"خدا کی پناہ! یہاں تو اتنا اندھیرا ہے"۔ زہرہ بولی۔ اس کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

"ہم کھلے آسمان کے نیچے نہیں ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ ایک بڑے سے غار میں ہیں۔ جس میں جھیل کا پانی بھرا ہوا ہے۔ اس وقت لانچ کو چھپانے کے لئے قریب ترین جگہ یہی ہے۔" جوزف نے وضاحت کی۔

"اگر اُن کو اس جگہ کا علم ہوا تو چوہے پل میں ہی مار ڈالے جائیں گے۔" جیمسن نے کہا۔

"گھٹن بھی بہت ہے۔" ظفر بڑبڑایا۔

"خاموش ... سنو ... ہیلی کوپٹر۔" جوزف بولا۔

ہیلی کوپٹر کی گرج قریب ہو کر پھر دُور ہوتی چلی گئی۔

ہیلی کوپٹر سے روشنی نیچے نہیں ڈالی گئی تھی۔

وہ سب بالکل خاموش تھے۔

"آج بچ نہیں سکیں گے ...!" زہرہ روہانسی آواز میں بولی۔

"بچ گئے ... اب ہمارا کوئی کیا بگاڑ لے گا۔" جیمسن بولا

دفعتہً ہیلی کوپٹر کی گرج پھر سنائی دی۔

"ناممکن ... وہ ہمیں تلاش کئے بغیر ہرگز نہیں مائیں گے۔" زہرہ مایوسی سے بولی۔

اس بار انہیں کٹاؤ کے دہانے کے قریب روشنی نظر آئی تھی اور ہیلی کوپٹر کی گذرتی ہوئی آواز کے ساتھ ہی یہ روشنی بھی غائب ہو گئی۔

"یہ غالباً اسٹیمر کی طرف واپس گیا ہے۔" زہرہ بڑبڑائی۔

"ہو سکتا ہے پائیلٹ کو غار کا دہانہ نظر آ گیا ہو!" ظفر نے کہا۔

"اب فوراً یہاں سے کھسک لینا چاہیئے۔" جیمسن نے کہا۔ "لانچ میں کتنا ایندھن ہے؟"

"ایندھن کی فکر نہ کرو ... بہت ہے ... اسے معمولی لانچ مت سمجھو!" جوزف بولا۔

ہیلی کوپٹر بہت دور جا چکا تھا۔

لانچ کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ دھیرے دھیرے کھلی فضا میں سرک آئی۔ اب اس کا رُخ دوسری طرف تھا۔ خاصی تیز رفتاری سے وہ آگے بڑھتی رہی۔

"ہم کب تک سمندر نوردی کریں گے؟" جیمسن نے جوزف سے سرگوشی میں پوچھا۔

"جب تک باس کا سگنل موصول نہ ہو!" جوزف نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اوہ ... تو آج کی رات سمندر میں جنگ و جدل ہوگی۔" جیمسن بولا۔

جوزف نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اسلحے کے ذخیرے کی تباہی کے بعد اسکیم میں تھوڑی سی

تبدیلی آگئی تھی۔

اسلحے کی آخری کھیپ آج رات ہی بحری جہاز "شرگل" سے اسٹیمر پہ منتقل کرکے لانچوں پہ بار کرنا تھی۔

وہ دونوں انجن روم میں تھے۔ اسٹیمر سمندر کا سینہ چیرتا ہوا ایک سمت میں بڑھا جا رہا تھا۔

اسٹیمر پہ اُن دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا فرد موجود نہیں تھا ان میں سے ایک ریڈیو آپریٹر تھا اور دوسرا اسٹیمر کو چلا رہا تھا

"یار عجیب آدمی ہو! میرا ذہن ہی بدل کر رکھ دیا تم نے تو۔" اُن میں سے ایک بولا۔

"ارے نہیں... میں بھلا کیا؟" دوسرے نے انکسار سے کہا۔ "تمہاری اپنی ہی مٹی نم تھی۔"

"لیکن آخر ہم دو آدمی کیا کرسکیں گے۔" دوسرا بولا۔ "تم یہ بتاؤ کہ اس "آخری آدمی" کے بارے میں کچھ جانتے ہو...؟"

"میں صرف اُس سیاستداں کے بارے میں جانتا ہوں۔ جس کے سر پہ بقول تمہارے تاج رکھا جانے والا ہے۔"

"کیا وہ ہمیشہ ہی اسلحہ کی کھیپ کے ساتھ آتا ہے؟"

"نہیں... صرف آج کی رات ایسا ہوا ہے۔ دراصل وہ شخص جو اس آپریشن کا سربراہ ہے وہ بہ نفس نفیس سیاستدان کو تاج پہنانے آ رہا ہے۔ پہلے تو اسکیم یہی تھی کہ اسلحہ اور وہ دونوں ایک ساتھ ہی اسٹیمر پہ منتقل کیے جائیں گے۔ مگر ذخیرے کی تباہی نے شاید انہیں اپنی اسکیم میں تبدیلی پہ مجبور کیا

ہے... اب اسٹیمر کے ذریعے پہلے اُن دونوں کو اکیلے ہی ساحل تک پہنچانا ہوگا۔ "شرگل" سے اسلحہ بعد میں اتارا جائے گا۔ ساحل پہ ایک بند وین پہلے ہی سے موجود ہوگی جو اُن دونوں کو نامعلوم منزل کی طرف لے جائے گی۔ اسٹیمر مجھے خود ہی چلا کر لے جانا تھا۔"

"اسٹیمر پہ صرف دو آدمی دیکھ کر وہ شبہ نہیں کرے گا؟"

"اسی کا حکم تھا کہ اسٹیمر کے پورے عملے کو آج رات چھٹی دے دی جائے۔ صرف مجھے ہی اسٹیمر پہ موجود رہنا تھا۔ البتہ مسئلہ تمہارا ہے۔" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔

پرواہ مت کرو... میں اپنا انتظام خود کر لوں گا۔"

"پروفیسر! آدمی سے زیادہ درندہ کوئی اور بھی ہے؟ آخر اسے اشرف کس وجہ سے کہا جاتا ہے؟ یہ تو درندگی کو بھی پیچھے چھوڑ گیا ہے۔"

"یہی اس کے اشرف ہونے کی علامت ہے کہ جب اُٹھتا ہے تو اتنا اُٹھتا ہے کہ ولی ہو جاتا ہے اور گرتا ہے تو اتنا گرتا ہے کہ کوئی انتہا نہیں رہتی۔"

"ٹھیک کہتے ہو... انسان جس قدر بھی انسان نظر آ رہا ہے وہ صرف اسی وجہ سے نظر آ رہا ہے کہ اُس کے مقابل ایک ایسی مخلوق بھی موجود ہے جو اُسے اشرف بنائے رکھنے پہ بضد ہے۔"

"اُس مخلوق کا نام شر لو... درندہ بنانے والی بھی وہی ہے۔"

"کچھ بھی کہو پروفیسر ... ! مجھے تو اس تاریکی سے نکالنے والی وہی ہستی ہے یا پھر تم ہو۔ ورنہ میرا بیڑہ غرق ہونے میں کیا کسر رہ گئی تھی ؟ اگر آج کی رات جان بچ گئی تو باقی ساری زندگی ملک کی خدمت میں گزار دوں گا۔"

دوسرے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی سوچ میں مستغرق تھا۔

اسٹیمر آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

چاروں اطراف اعصاب شکن سناٹا چھایا ہوا تھا۔

اچانک اسٹیمر کی رفتار میں کمی آنا شروع ہو گئی کیونکہ اسٹیمر کے اردگرد بہت سی لانچیں بڑھ رہی تھیں۔

لانچیں ابھی اسٹیمر سے دور تھیں مگر احساس ہوتا تھا کہ وہ اسٹیمر کے گرد گھیرا ڈال رہی ہیں ... اور آہستہ آہستہ یہ گھیرا تنگ ہوتا جا رہا ہے۔

اسٹیمر کے ریڈیو آپریٹر نے اندر کی سب روشنیاں بجھا دیں صرف ایک ہیڈ لائٹ جل رہی تھی۔

سمندر خاموش اور بے شکن تھا۔

ایک خاص حد تک جا کر لانچیں رُک گئیں اور اسٹیمر بڑھتا رہا۔ آخر تقریباً پندرہ منٹ کا سمندری سفر طے کرنے کے بعد وہ ایک بحری جہاز سے کچھ فاصلے پہ رُک گیا۔ یہ بحری جہاز "سٹرنگل" تھا۔

اسٹیمر سے ایک خاص قسم کا اشارہ کیا گیا ... تھوڑی دیر بعد جہاز سے بھی جواب میں مخصوص اشارہ دیا گیا۔

اس کے بعد اسٹیمر آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا جہاز سے جا کر جُڑ گیا۔ تھا۔

ریڈیو آپریٹر جمپ لگا کر جہاز کے عرشے پہ پہنچ گیا۔

قریباً نصف گھنٹے بعد اُس کی واپسی ہوئی' تو وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ دو آدمی بھی تھے۔ ایک اپنے پیروں پہ چل کر اسٹیمر پہ آیا تھا اور دوسرا وہیل چیئر پہ بیٹھ کر ... یہ ایک خاص قسم کی وہیل چیئر تھی جسے آپریٹر خود دھکیل کر لا رہا تھا۔ دوسرا آدمی بڑے مؤدب انداز میں وہیل چیئر کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

کرسی نشین کی خواہش پہ اُس کی چیئر کھُلے عرشے میں رکھی گئی تھی۔

ریڈیو آپریٹر بھی مؤدب انداز میں اُس آدمی کے سامنے کھڑا تھا۔

"یہ کون ہے ؟" کرسی نشین کے ساتھ آنے والے نے کہا۔

"معتبر آدمی ہے۔ گونگا اور بہرہ ہے۔ اسٹیمر چلانے کے لئے ساتھ لے آیا ہوں میرے دونوں شانوں میں شدید تکلیف تھی۔" ریڈیو آپریٹر نے جواب دیا۔

کرسی نشین ایک لفظ بھی نہیں بولا۔ اُس کی آنکھوں پہ رات میں بھی تاریک شیشوں کی عینک لگی ہوئی تھی۔ پیروں پہ موٹی سی قیمتی چادر پڑی ہوئی تھی جس سے پیٹ سے لے کر نیچے تک ڈھک گئے تھے۔ اُس کے زانوؤں پہ رکھے ہوئے دونوں ہاتھ چادر سے ڈھکے ہوئے تھے۔

ریڈیو آپریٹر اس شخص کے سامنے گھبرایا گھبرایا سا لگ رہا تھا۔ اسٹیمر نے واپسی کا سفر شروع کر دیا... اور پھر ایک خاص پوائنٹ پر آکر رُک گیا۔

"یہاں کیوں روکا ہے؟" وھیل چیئر والے کے ساتھی نے چونک کر پوچھا۔

"آگے خطرہ ہے!" ریڈیو آپریٹر بولا۔

"کیسا خطرہ؟" وہ آدمی بولا۔

"راستہ کلیئر نہیں ہے۔ کچھ لانچوں نے اسٹیمر کا تعاقب کیا تھا ہو سکتا ہے وہ لانچیں بحری فوج کی ہوں۔"

"بکواس!" وہ آدمی تنک کر بولا۔ "اسٹیمر میں کیا ہے جو ہمیں خطرہ ہو گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے..." ریڈیو آپریٹر بولا۔ "ہمارے پاس کوئی غیر قانونی چیز تو ہے نہیں۔"

"بڑھاؤ اسٹیمر... ہمیں اپنی منزل مقصود پر فوراً پہنچنا ہے۔" وہ آدمی بولا۔

"اسٹیمر پھر بھی نہیں چلے گا۔" ریڈیو آپریٹر سنجیدگی سے بولا۔

"کیا مطلب...؟" وہ آدمی غصے سے بولا۔ "تم ہوش میں ہو یا نہیں؟ باس کی موجودگی میں یہ گستاخی!"

"میں کسی باس کو نہیں جانتا... صرف تمہیں جانتا ہوں۔ تمہارے کہنے سے اور تمہاری دوستی میں ہتھیاروں کی اسمگلنگ کے لئے آمادہ ہو گیا تھا۔ پیارے کامریڈ...! اسمگلنگ اور

غداری میں بہت فرق ہوتا ہے۔" ریڈیو آپریٹر بولا۔

"کک... کیا... تم...!" اس کی آنکھوں میں حیرت جاگ اُٹھی۔

"ہاں میں... تم سے دھوکہ کھا گیا تھا۔ میں اپنے ملک کا غدار نہیں ہوں۔"

"اسمگلنگ مُلک کی خدمت ہے؟" وہ جل کر بولا۔

"خدمت نہیں تو غدّاری بھی نہیں... اور اسمگلنگ پر بھی تم نے ہی لگایا تھا۔ دیکھو کامریڈ! میری ہیری مجھے مل گئی ہے... اور اُس نے جو کچھ تمہارے عزائم کے بارے میں بتایا ہے میں اس میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔"

"تم سمجھتے ہو کہ ہم سے غدّاری کر کے بچ جاؤ گے؟... ہرگز نہیں... تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔" وہ دانت پیس کر بولا۔

"پہلی حکومت کی بھی یہی غلطی تھی کہ اس نے تمہیں بہت چھوٹ دی اور اِس حکومت کی بھی یہی غلطی ہے کہ تم سے چشم پوشی کی۔" ریڈیو آپریٹر بولا۔

"بکواس بند کرو..." وہ پھر چیخ کر بولا۔ "چھوٹ ہم نے حکومت کو دے رکھی ہے... ورنہ جب چاہیں اس کا تختہ الٹ دیں۔"

"ان جیسے معذوروں کے بل بوتے پر!" ریڈیو آپریٹر مضحکہ اڑانے والے انداز میں وھیل چیئر والے کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ہنس کر بولا۔

"میں تمہاری زبان بند کر دوں گا، اگر باس کی شان میں گستاخی کی۔" وہ نتھنے پھُلا کر بولا۔

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف تمہارے جذبے کی گہرائی ناپ رہا تھا۔ ورنہ اس حکومت سے بہت سارے نالائق ناخوش ہیں۔ کوئی غیرت مند قوم اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ انگریزوں سے نجات پانے کے باوجود ابھی تک سفید فاموں ہی کے دَروں پر سجدے کرتی رہے۔"

"تم حد سے بڑھ رہے ہو کاڈس! تمہیں مرنا پڑے گا۔" وہ دانت پیس کر بولا۔

"کامریڈ... میری ایک بات کا جواب دو!"

"جلدی بکو...!"

"اگر باس کی وفاداری سے ملک کا تخت و تاج مل سکتا ہے۔ تو تم میں کیا سرخاب کے پَر لگے ہوئے ہیں... یہ تاج میں ہی کیوں نہ پہنوں۔" ریڈیو آپریٹر چڑانے والے انداز میں بولا۔

وھیل چیئر والا ابھی تک ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔

وہ اپنی جگہ پر ساکت وجامد بیٹھا ریڈیو آپریٹر کو گھورے جا رہا تھا۔

"کامریڈ! تم اوّل درجے کے نمک حرام ہو!" آپریٹر پھر بولا۔ "تم اپنے دوستوں کے ساتھ بھی دغا کرتے ہو۔ جس برتن میں کھاتے ہو اسی میں چھید کرتے ہو... ایک ہفتہ پیشتر تم نے ایک ایسے ملک کا خفیہ دورہ کیا ہے۔ جس کی پالیسیاں ہمارے ملک کے خلاف ہیں... تم نے اُن سے درپردہ معاہدہ کیا ہے کہ اگر تم برسرِاقتدار آ گئے تو اس علاقے میں اُن کا فوجی اڈہ قائم کر دو گے جس کے خواب وہ

بہت طویل عرصے سے دیکھ رہے ہیں۔ اور اس ملک نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں برسرِاقتدار لانے میں حتی الامکان مدد دیں گے۔"

... یہ کہہ کر آپریٹر اچانک کرسی نشین سے مخاطب ہوا۔ "بولو... کرنل! کیا تمہیں کامریڈ کی اس کمینگی کا علم ہے؟"

ریڈیو آپریٹر کی زبان سے نکلنے والے الفاظ... الفاظ نہیں تھے... گویا بم تھے... کرسی نشین اپنی جگہ پر اُچھل کر رہ گیا

"کون ہو تم...؟" کرسی نشین نے پہلی بار زبان کھولی اور حیرت سے پوچھا۔

"وہی آپ کا پرانا خادم...!"

یہ کہہ کر ریڈیو آپریٹر نے اپنے چہرے پر سے خول اُتار دیا اور اندر سے عمران کا حماقت آمیز چہرہ نکل آیا۔

"تت... تم...!" کرسی نشین حیرت سے بولا۔

"جی... میں..." عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے بولا۔ "میں کرنل ہوریشیو کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اب آپ بھی اپنے چہرے پر سے خول اتار دیجئے... کامریڈ کیا جانے کہ ہم دونوں تو پرانے واقف کار ہیں... پھر یہ بے چارہ تو تمہیں شاید پوری طرح جانتا بھی نہیں ہوگا۔"

کامریڈ عمران کو دیکھ کر بُری طرح چونک پڑا۔ اور پھر کرنل ہوریشیو سے اُس کی گفتگو سن کر ایک طرف کو بھاگا اور یہی اس کی غلطی تھی۔ کرنل ہوریشیو کا اڑتا ہوا خنجر اُس کی کمر میں پیوست ہوگیا۔ ایک دلدوز چیخ سے پورا ماحول مرتعش ہو کر رہ گیا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا تھا کہ عمران کسی قسم کی مداخلت نہ کر سکا۔ وہ جانتا تھا کہ کرنل ہوریشیو ایک ماہر خنجر باز ہے۔ پیچھے دیکھے بغیر

بغیر بھی صحیح نشانے پہ خنجر پیوست کر سکتا ہے۔

"کرنل ... تم اب تک اتنے ہی منتقم ہو جتنے پہلے تھے۔ کامریڈ کو تم نے صرف اس وجہ سے قتل کیا ہے کہ وہ تمہارے علم میں لائے بغیر ایک خفیہ معاہدہ کر چکا تھا۔"

"میرا یہ خیال غلط نہیں ہو سکتا کہ تم ہی ایکسٹو ہو۔" اچانک کرنل ہورشیو بولا۔

"یہی سمجھتے رہو ... کیا فرق پڑتا ہے۔" عمران لاپرواہی سے بولا۔ "البتہ تمہاری یہ سمجھ بالکل غلط تھی کہ تم میرے ملک میں بغاوت کرانے کے اقدامات کرتے رہو گے اور مجھے خبر نہ ہوگی۔ میں نے تمہارا فائل پڑھا تھا اور اسی میں جیل سے تمہارے فرار ہونے کا طریقہ درج تھا۔ اسی وقت سے میں تمہاری راہ پہ لگ گیا تھا تم چھوٹے چھوٹے جرائم میں الجھا کر مجھے اس علاقے سے دور رکھنا چاہتے تھے۔ مگر تمہارے آدمی بڑے ناکارہ ثابت ہوئے۔ مجھے الجھا نہ سکے ... اور جس شخص کے سر پہ تم سہرا باندھنے آئے تھے۔ وہ پرلے درجے کا نمک حرام تھا ... لیکن تم سے گٹھ جوڑ کرنے کے لئے اپنے ملک کا نمک حرام ہونا تو ضروری تھا، غلط کہہ رہا ہوں کیا؟"

"دراصل قتل تمہیں کرنا چاہئے تھا۔" کرنل دانت پیس کر بولا۔

"حاضر ہوں ... کوشش کرو!" عمران اس کو چڑانے والے انداز میں بولا۔

"مجھے نہتا نہ سمجھنا ... آج بھی تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" کرنل بولا۔

"غلط فہمی کا شکار رہو۔" عمران اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "پیچھے دیکھو ... اسٹیمر کو بحری فوج کی لانچوں نے محاصرے میں لے لیا ہے۔ اب وہ صرف میرے ایک اشارے کے منتظر ہیں اس وقت تمہارا کوئی مددگار دور دور تک نہیں پھٹک سکتا۔

ایک لمحے کے لئے کرنل ہورشیو کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نمودار ہوئے لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ پُر سکون نظر آنے لگا تھا۔

اچانک ہیلی کوپٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ عمران یہی سمجھا کہ بحری فوج ہر طرف سے حرکت میں آ گئی ہے۔ سمندر پہ بھی اور فضا میں بھی ... ہیلی کوپٹر وہاں آ کر اسٹیمر کے عرشے پہ معلق ہو گیا جہاں عمران کھڑا تھا اور کرنل ہورشیو وھیل چیئر پہ بیٹھا تھا۔ دونوں نے بیک وقت ہیلی کوپٹر کو دیکھا تھا۔

دفعتہً عمران چونک پڑا اُن کے سروں پہ معلق ہونے والا ہیلی کوپٹر بحریہ سے تو ہرگز تعلق نہیں رکھتا تھا۔

عمران نے بے اعتباری سے کرنل ہورشیو کی جانب دیکھا۔ کرنل کی آنکھوں میں تمسخر جھانک رہا تھا۔

عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا

"میں کہیں بھی بے بس نہیں ہو سکتا۔" کرنل نے اُس کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھا۔

اُدھر ہیلی کوپٹر سے سیڑھی لٹکا دی گئی۔ جو کرنل کے سر پہ کافی اونچائی پہ آ کر ٹھہر گئی تھی۔

عمران کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر بحری فوج کے ہیلی کوپٹر کہاں رہ گئے۔

اچانک کرنل ہورشیو نے اس کی طرف دیکھ کر دیوانہ وار قہقہہ لگایا اور بولا "دیکھو ... ! میں جا رہا ہوں ..."

یہ کہہ کر اس نے کرسی کے ہتھے میں لگا ایک بٹن پُش کیا اور کرسی کی سیٹ کرنل کو لئے ہوئے فضا میں اُچھل گئی۔ جونہی کرنل ہیلی کوپٹر کی سیڑھی تک پہنچا اس نے دونوں ہاتھوں سے سیڑھی تھام لی۔

عمران سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ کوئی ایسا واقعہ بھی پیش آ جائے گا اس کے ہاتھ میں رائفل بھی نہیں تھی کہ کرنل پر فائر ہی کر دیتا۔

اچانک لانچ کی سرچ لائٹس اوپر ہیلی کوپٹر پر ڈالی گئیں... خدا کی پناہ... عمران ٹھٹھک کر رہ گیا... عجیب و غریب اور دل ہولا دینے والا منظر تھا... کرنل ہورشیو کی ٹانگیں کرسی ہی پر رہ گئی تھیں اور وہ ہاتھوں کے سہارے ہیلی کوپٹر کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ اُس کا آدھا دھڑ لٹک رہا تھا۔

لانچوں پر موجود بحری فوج کے جوان بھی اس حیران کن منظر کو دیکھ کر کچھ دیر کے لئے ٹھٹھک گئے تھے۔

ہیلی کوپٹر کا پائیلٹ بھی شائد اس نظارے میں محو ہو گیا تھا۔ ورنہ کرنل سمیت سیڑھی کھینچ لیتا تاکہ کرنل کو سیڑھی چڑھنا نہ پڑتی۔

کرنل ہیلی کوپٹر کی کھڑکی سے دو چار ہاتھ ہی رہ گیا تھا کہ عمران چونک پڑا وہ نکلا جا رہا تھا جس نے اُس کے ملک کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

دفعتہً عمران نے لانچ والوں کو کوئی اشارہ کیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے کئی لانچوں سے بہ یک وقت کرنل ہورشیو پر فائر ہوئے نشانے صحیح لگے تھے۔ کرنل ہورشیو کا جسم چیتھڑے چیتھڑے ہو کر فضا میں بکھر گیا تھا۔

بڑا ہی دل ہلا دینے والا منظر تھا۔

اسی وقت کئی ہیلی کوپٹرز کی گڑگڑاہٹ سنائی دی یہ تین فوجی ہیلی کوپٹرز تھے جنہوں نے کرنل ہورشیو کے ہیلی کوپٹر کو جلد ہی چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔

عمران خاموش تھا اور ابھی تک اُوپر ہی دیکھے جا رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اسٹیمر اور لانچوں کا قافلہ ڈوک کی طرف روانہ ہو گیا جیسے ہی اسٹیمر ڈوک پر پہنچا... ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ یہ دھماکہ بحری جہاز "سٹرگل" کے پھٹنے کا تھا۔

ریڈیو آپریٹر کے میک اپ میں جب عمران "سٹرگل" پر گیا تھا تب ہی شاید وہ وہاں ایک ٹائم بم رکھ آیا تھا۔ اور اب جہاز اپنے اسلحے سمیت پھٹ کر تباہ ہو گیا تھا۔

دوسرے دن بہت بڑے پیمانے پر گرفتاریاں عمل میں آئی تھیں کچھ کمزور دل سازشیوں نے خودکشی کر لی تھی۔

سائیکو مینشن کے ساؤنڈ پروف آڈیٹوریم میں خاصی رونق دکھائی دے رہی تھی۔

عمران سمیت سارے ممبر موجود تھے۔

"آج پھر ان کے سہرہ بندھے گا۔" نعمانی نے عمران پر چوٹ کی

"اَمے... جاؤ... خواہ مخواہ!" عمران نے شرمانے کی بے مثال اداکاری کی۔

"ہم سب یہیں جھک مارتے رہے اور یہ حضرت پالا مار گئے۔"

کیپٹن خاور ہنس کر بولا۔

اچانک مائیکروفون سے آواز آئی۔ "سب ممبر" اٹینشن" ہو گئے۔ ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز آڈیٹوریم میں گونجنے لگی۔

"سازش کی کہانی اُس وقت سے شروع ہوتی ہے جب سابقہ حکومت کے ایک نام نہاد وفادار سیاستدان نے اُس حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی تھی جس نے اُسے سیاستدان کی حیثیت سے مُلک میں اُبھارا تھا۔ سازش کا انکشاف ہو جانے پر وہ ملک سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر اپنے پیچھے سازش کا بیج بو گیا تھا۔ اس سے قبل بھی ایک سازش گذشتہ سال جولائی میں پکڑی گئی تھی۔ جس میں تقریباً چھ سو افراد ملوث پائے گئے تھے۔ اس سازش میں بھی ایسے ہی اعلیٰ افسران اور افراد شامل تھے جو نہ سابق حکومت کو پسند کرتے تھے اور نہ ہی موجودہ حکومت کو۔ وہ ایک خاص مکتبۂ فکر کے افراد ہیں جو اپنی سربراہی میں کاروبارِ حکومت چلانا چاہتے ہیں۔ اُس سازش کا سُراغ ان مخصوص ہتھیاروں کی مدد سے لگایا گیا تھا جو ایک سُپر طاقت نے دیئے تھے۔ گذشتہ سازش کا جلد ہی قلع قمع کر دیا گیا تھا

موجودہ سازش کا سیٹ اَپ ایک ایسے شخص نے تیار کیا تھا جو دونوں طاقتوں کو ڈبل کراس کر رہا تھا۔ وہ اپنے اس کام میں ماہر ترین شخص سمجھا جاتا تھا۔ وہ تھا کرنل ہوریشیو۔ ۔ ۔ آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ تقریباً چھ سال پہلے بھی اُس نے ہمارے ملک میں زبردست سازش کی تھی۔ ۔ اور عمران کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا۔ اسلحے کی اسمگلنگ کا بادشاہ مانا جاتا تھا۔ مقدمہ چلنے سے پہلے ہی وہ جیل سے فرار ہو گیا تھا۔ سولہ سال پہلے اُس کے دونوں پاؤں کسی

حادثے میں ضائع ہو گئے تھے۔ اور اس نے مصنوعی پاؤں لگوا لئے تھے۔ لیکن اس نے ہاتھوں کے بل اپنا دھڑ اوپر اٹھا کر چلنے میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ یہی مہارت جیل خانے سے فرار ہونے میں کام آئی تھی۔ اس نے ایک پہرے دار کو تیار کر لیا اور اسی کے توسط سے بَدرَو کے ذریعہ جیل سے فرار ہو گیا تھا۔ مفرور سیاستداں سے جب اُس کی ملاقات ہوئی تو اُس نے سیاستداں کو شیشے میں اتار کر اسلحے کی اسمگلنگ پر آمادہ کر لیا۔ مفرور سیاستداں دراصل اپنے ملک کا تختہ الٹ کر خود سربراہ بننے کے خواب دیکھتا رہا تھا۔ جب کرنل ہوریشیو پر اُس کی اس خواہش کا انکشاف ہوا تو اس کی دیرینہ فطرت عود کر آئی اور وہ اس کے لئے تیار ہو گیا کہ ایک سُپر پاور اپنے مطلب کے آدمی کو حکمراں دیکھنا چاہتی ہے اور وہ مطلب کا آدمی مفرور سیاستداں ہی ہو سکتا ہے اسلحے کی اسمگلنگ بھی جاری تھی اور حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش بھی اندر ہی اندر پروان چڑھ رہی تھی اور ایسے تمام لوگ سازش میں شریک ہو گئے تھے جو درحقیقت موجودہ حکومت کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ بہت خفیہ طور پر ان سب کو مسلح کیا جا رہا تھا۔ اس بار مسلح بغاوت سرحدی علاقوں سے شروع ہونے والی تھی۔ لہٰذا کرنل ہوریشیو کی کوشش تھی کہ کسی طرح ہم سب کو معمولی معمولی جرائم میں الجھائے رکھا جائے اس طرح ہم سرحدی علاقوں سے دور رہ سکتے تھے۔ ۔ ۔ اور وہ خاموشی سے اپنا کام کر سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ اُس کے پاس کام کے آدمیوں کی بھی کمی تھی۔ اس لئے وہ انہیں ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ جب مسلح بغاوت کے تمام انتظامات مکمل

ہو گئے اور صرف ایک رات درمیان میں رہ گئی تو کرنل ہورلیشیو مفرور سیاستداں کے ہمراہ اسلحے کی آخری کھیپ لے کر خود آیا تھا تاکہ اس مسلح بغاوت کی کمان سنبھال سکے۔ سازش کی اس کہانی میں وہی "ادھورا آدمی" 'آخری آدمی' بھی ثابت ہوا۔ اس سازش کے انکشاف کا سہرا بھی عمران کے سر جاتا ہے۔ میں بھی اس دور دراز علاقے میں بھیڑ بھاڑ نہیں چاہتا تھا۔ اُسے دھوکے میں رکھ کر مارنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کا وجود بہت بڑا خطرہ بنتا چلا جا رہا تھا۔ وہ مشرق سے مغرب تک کی پوری پٹی کو جنگ کی آگ میں جھونکنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ تیسری عالمی جنگ جلد از جلد چھڑ جائے تاکہ دُنیا اپنے انجام کو پہنچ جائے۔ اس معاملے میں وہ ہٹلر کے انداز میں سوچنے لگا تھا کہ بس صرف اُسی کی قوم کو دُنیا میں جینے کا حق ہے باقی دنیا کو ختم ہو جانا چاہئے ... اوور اینڈ آل ...!"

اچانک مائیکرو فون سے آواز آنا بند ہو گئی۔

عمران دونوں ہاتھوں سے کان بند کئے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اور تمام ورثا اس کے گرد حلقہ ڈالے اُسے یوں گھور رہے تھے جیسے اُس کا دماغ اُلٹ گیا ہو۔ اُس نے بات ہی ایسی کہہ دی تھی۔ اس نے جیمسن، ظفرالملک اور جوزف کو شادی کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ سب طوطوں کی طرح اُس کے گرد بیٹھے اُسے ٹکر ٹکر دیکھے جا رہے تھے سلیمان کے ساتھ گلرخ بھی

رہی بیٹھی ہوئی تھی۔

"مجھے تو بے وقوف سمجھتے ہیں ... بلکہ دشمن بھی ...!" سلیمان دیدے نچا کر بولا۔ "ہمیشہ کہا نیا سوٹ پہن کر کہیں نہ جایا کیجئے۔ پہلے مجھے پہنا لیا کریں ... جو آفت اور بلا چمٹنا ہوگی، مجھے چمٹ جائے گی خود تو محفوظ رہیں گے ... نیلا سوٹ پہن کر گئے تھے ... کسی خبیث رُوح کا سایہ ہو گیا ہے ... تب ہی تو بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔"

"ابے ... تجھ سے بڑی خبیث رُوح کون ہوگی!" عمران کراہتا ہوا بولا۔

"باس ... سلیمان ٹھیک کہتا ہے!" جوزف نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

"ہاں ... ہاں ... تو کیوں نہ اسکی "ہاں میں ہاں" ملائے گا ... نئے نئے جہانوں کی سیر جو کراتا ہے تجھے!" عمران کسی چڑچڑی عورت کی طرح دانت پیس کر بولا۔ "خیر کچھ بھی کہو ... یہ میرا حکم ہے ... تم سب کو شادی کرنا ہوگی ..." اور پھر جیمسن کو مخاطب کیا۔ "کیوں؟" "اُیُور آل جمان" تمہارا! کیا خیال ہے۔ عربی عورت کیسی رہے گی؟ ... ر ... ض ... ع بھی ٹھیک ہو جائے گی۔"

"کسی بدّو عورت سے شادی کرا دیجئے ... ساری عمر سر پکڑ کر روئے گا۔" ظفر نے جیمسن کو چڑھانے والے انداز میں کہا۔

"نہ ... نہ ... ہرگز نہیں!" سلیمان درمیان میں بول پڑا۔ "صاحب انہیں مرنے کا مشورہ مت دیجئے۔"

"ابے ... شادی کرنے سے مرجانے کا کیا تعلق؟" عمران

حیرت سے بولا۔

"بہت بڑا تعلق ہے! شادی کے بعد ہی تو موت سامنے بیٹھی نظر آنے لگتی ہے!" سلیمان گلرخ کی طرف اشارہ کرکے بولا۔

گلرخ نے دیکھ لیا تھا... مگر خاموش رہی۔ جوزف کی موجودگی میں تو سلیمان کی مرمت کر لیتی تھی مگر جیمسن اور ظفرالملک کے سامنے اس سے لڑنے میں بہرحال اُسے تامل کرنا پڑتا تھا۔

"مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ شادی کے بعد مرد کو ہی مرنا پڑتا ہے۔" سلیمان نے فلسفیانہ انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"وہ کیسے...؟" عمران سمیت سب نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

"دیکھئے! بلکہ سمجھئے! شوہر مرجاتا ہے بیوی زندہ رہتی ہے... سسر مرجاتا ہے تو ساس زندہ موجود... باپ مرگیا ماں زندہ... دادا مرا دادی زندہ... نانا مرا نانی سلامت... پھوپھا مرا پھوپھی بقیدِ حیات... خالو مرا خالہ صحت مند... بھائی مرا، بھاوج زندہ... مرد بے چارا جس رشتے کو اختیار کرتا ہے، مرجاتا ہے... حادثوں... جنگوں اور بیماریوں میں مرنے والے الگ رہے۔" سلیمان انگلیوں پر گن کر بولا۔

"اَبے... واہ... تُو تو واقعی بڑا عاقل و بالغ ہوگیا ہے... مجھے تو کبھی خیال ہی نہیں آیا۔" عمران حیرت زدہ ہو کر بولا۔

"صاحب... میں تو یہ بھی سوچنے لگا ہوں کہ اگر مردوں کے مرنے کی یہی رفتار رہی تو سَو سال بعد دنیا میں مردوں کا مستقبل کیا ہوگا؟"

"تو اس کی بالکل فکر نہ کر۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ہر مرد اپنے گھر کے طاق میں بیٹھا دکھائی دے گا۔ محض اس وجہ سے کہ عورتوں کو یاد رہے کہ کبھی اللہ نے یہ مخلوق بھی دنیا میں پیدا کی تھی۔ یادگار کے طور پر رکھ لیے جائیں گے۔"

"اے صاحب جی...!" گلرخ ہنس کر بولی۔ "سَو سال کس نے دیکھے ہیں۔ میں تو کل ہی اسے طاق میں بٹھا کر جالی کا پردہ ڈال دوں گی۔ اور صبح و شام ایک چراغ بھی جلایا کروں گی۔"

"لے!... تیرے مستقبل کا فیصلہ تو ابھی ہوگیا۔" عمران ہنس کر بولا۔

"ٹھیک ہے...!" سلیمان دانت پیس کر گلرخ سے بولا۔ "مرنے کے بعد شیخ سدّو بن کر تیرا گلا دباؤں گا۔"

"ابے جا... زندگی میں تو گلا دبا نہ سکا... مر کے دبائے گا..." گلرخ منہ بنا کے بولی۔

"اچھا... بھاگ یہاں سے...!" عمران جماہی لے کر بولا۔ "بہت تھک گیا ہوں۔ اب سونا چاہتا ہوں... گہری نیند..."

ختم ہوا